بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

الحق

ماھنامہ

ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ فروری ۲۰۰۳ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

مناسب نرخ | اعلیٰ معیار | مستند

دارالاشاعت کراچی کی طبع کردہ مکمل کتب ۲ رنگہ طباعت اور امپورٹڈ کاغذ کے ساتھ

سنگل کلر طباعت والے ایڈیشن حسب سابق مناسب نرخوں کے ساتھ دستیاب ہیں۔

آرٹ پیپر پر نادر و نایاب تصاویر کے ساتھ **قصص القرآن** ۲ جلد مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	قصص قرآنی پر مستند ترین کتاب اعلیٰ ترین معیار پر پہلی بار کمپیوٹر کتابت، امپورٹڈ کاغذ مکمل، ۲ رنگہ طباعت، حسین جلد — قیمت =/795 **کمپیوٹر پر سستا ایڈیشن بھی علیحدہ دستیاب ہے**
بہشتی زیور مدلل مکمل کمپیوٹر مولانا محمد اشرف علی تھانوی	نئی کتابت میں ہر مسئلہ اور تحقیق نئی سطر سے شروع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جس سے قاری حضرات کو نہایت سہولت حاصل ہوگئی ہے۔ **(سنگل کلر کے ۲ اقسام کے ایڈیشن اسکے علاوہ دستیاب ہیں)** امپورٹڈ اعلیٰ کاغذ، ۲ رنگہ طباعت، اعلیٰ معیار کی ۲ رنگہ ڈائی دار جلد — قیمت =/495
بہشتی زیور مکمل کمپیوٹر مولانا محمد اشرف علی تھانوی	پیدائش سے موت تک پیش آنے والے مسائل کا حل، **پاکستانی کاغذ پر سستا ایڈیشن علیحدہ دستیاب ہے** اعلیٰ امپورٹڈ کاغذ، ۲ رنگہ طباعت، حسین خوبصورت جلد مع ڈسٹ کور — قیمت =/300
تحفۂ خواتین مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی	یعنی خواتین اسلام سے رسول اللہ کی باتیں **پاکستانی کاغذ پر سستا ایڈیشن علیحدہ دستیاب ہے** امپورٹڈ اعلیٰ کاغذ، ۲ رنگہ طباعت، حسین خوبصورت جلد مع ڈسٹ کور — قیمت =/300
سیرت النبی ﷺ اردو رنگین تصاویر کے ساتھ مکمل مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ، سید سلیمان ندوی	سیرت طیبہ پر مستند ترین کتاب، رنگین نایاب تصاویر و نقشہ جات سے مزین، شایان شان انداز سے پہلی بار **پاکستانی کاغذ پر سستا ایڈیشن علیحدہ دستیاب ہے** امپورٹڈ کاغذ، دو رنگہ طباعت، اعلیٰ رگزین ڈائی دار جلد — قیمت
رحمۃ للعالمین ﷺ یکجا کامل قاضی محمد سلیمان منصور پوری	سیرت طیبہ پر ایک محققانہ تصنیف۔ پاکستانی اعلیٰ کاغذ مکمل ۲ رنگہ طباعت، پائیدار خوبصورت جلد مع ڈسٹ کور — قیمت =/375
ریاض الصالحات یعنی خواتین کے لئے گلدستۂ حدیث	مولانا محمد ازہر صاحب، جامعہ خیر المدارس کے قلم سے احادیث شریفہ کا انتخاب ترجمہ و تشریح کے ساتھ نصاب میں داخل کرنے کے قابل کتاب۔ اعلیٰ پاکستانی کاغذ، مکمل ۲ رنگہ طباعت، خوبصورت جلد — قیمت =/255

زیر طبع کتب

رفیق دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قلم سے زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری

فتاویٰ رحیمیہ ۱۰ حصے کامل (کمپیوٹر ایڈیشن) در ۵ جلد

جدید ترتیب و تخریج کے ساتھ زیر طبع

کتاب الکفالۃ والنفقات

مولانا عمران الحق کلیانوی صاحب

اعلیٰ کاغذ و جلد — قیمت =/255

C Ds اور آڈیو کیسٹ تلاوت قرآن پاک ترجمے خطبات و تقاریر علمائے کرام اور دعوت و تبلیغ

الیکٹرونک کمپیوٹر والی نئے اسلامی گفٹ آئٹم کرسٹل و ماربل، مختلف دعاؤں کے اسٹکر، حجاب، احرام، کاؤنٹر، قبلہ نما، جانماز، تسبیحات و دیگر آئٹم دستیاب ہیں۔

بارعایت طلب فرمائیں — **دارالاشاعت** اردو بازار، کراچی۔۱ — فون 021-2213768، 021-2631861

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ۔۔۔۔۔ 38
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 5
ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ
فروری ۔۔۔ ۲۰۰۳ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: عراقی بحران پر فرانس، جرمنی، چین اور روس کا عالم اسلام کیلئے قابل تقلید کردار۔
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی سینیٹ الیکشن (ایوان بالا) میں کامیابی۔ شیخ الحدیث
حضرت مولانا لطافت الرحمٰن سواتیؒ کی رحلت .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
ابھرتا ہوا نیا عالمی نظام .... جناب جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ ۶
ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ: ترکش مارا خدنگِ آخریں .... پروفیسر خورشید احمد ۱۰
جدید اصول تحقیق کی تشکیل میں مسلمان محدثین کے کارنامے .... جناب محمد یونس میو ۱۶
عباد الرحمٰن کے اوصاف .... حضرت مولانا انوار الحق ۳۶
ازدواجی تعلقات (تنبیہ الزوجین) .... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۴۳
عصر حاضر میں ثمن عرفی کے لئے معیار نصاب (آخری قسط) .... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۵۱
افکار و تاثرات (جناب عبد المجیب، سابق مشیر سعودی عرب) .... ادارہ ۵۹
دار العلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۲
تبصرہ کتب .... م۔ا۔ف ۶۳

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
Computer Operator : BABER HANIF

نقش آغاز　　　　راشد الحق سمیع حقانی

عراقی بحران پر فرانس، جرمنی، چین اور روس کا عالم اسلام کیلئے قابل تقلید کردار

عالمی صورتحال دن بدن عراق کے مسئلہ پر تیزی سے تبدیل ہورہی ہے، جارج بش کے خونی عزائم میں جیسے جیسے گرمی آرہی ہے ایسے ہی پردہ غیب سے اس کے آگے دنیا بھر کے کروڑوں انسان سد سکندری کی طرح کھڑے ہورہے ہیں۔ خود امریکی عوام واشنگٹن اور نیویارک میں صدر بش اور جنگ کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے ہیں، اور پھر خصوصاً یورپ اور لندن میں اٹھنے والے عوامی طوفان نے تو امریکہ اور اس کے حلیف ملکوں کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی ہے صرف لندن میں 20 لاکھ سے زائد افراد نے تاریخی مظاہرہ کیا، اور امریکہ کے ماضی کے حلیف اور اسی کے پرجوش حامی ممالک فرانس، جرمنی، بیلجیم، چین اور روس بھی کھلم کھلا سفارتی محاذ پر امریکہ کے مقابلے میں اتر آئے ہیں، اگرچہ انہوں نے امریکہ کے سامنے مزاحمت کرنے میں کافی دیر کردی ہے اور یہ کام انہیں بہت پہلے ہی کرنا چاہیے تھا۔ لیکن دیر آید درست آید کے مصداق اس آڑے اور نازک وقت میں ان ممالک کی عراق کے مسئلہ پر حمایت حاصل ہوجانا اور امریکہ کی مخالفت مول لینا کسی معجزے سے کم نہیں۔ ع　پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ہم اس جذبہ کو قابل تحسین سمجھتے ہیں اور عالم اسلام کیلئے قابل تقلید بھی۔

کہتے ہوا پنے آپ کو کس منہ سے عشق باز　　اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

خدا کرے کہ اب ان ممالک کو مزید استقامت بھی نصیب ہو، اور یہ ممالک مل کر امریکی جارحیت کا راستہ ہر لحاظ سے روکنے کی کوشش کریں۔ اگر ان ممالک نے حقیقتاً تھوڑی سی بھی مزاحمت کرنی شروع کی تو امریکی بزدل قوم فوراً سلنڈر کرلے گی۔ اور اس کا نیو ورلڈ آرڈر کا نظام بھی مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔

فرانس، جرمنی اور یورپ وغیرہ کے عوام کی جرأت رندانہ کے مقابلے میں عالم اسلام کے 57 سے زائد ممالک میں نہ تو مغرب اور امریکہ کی طرح عراقی مسلمانوں کے حق میں احتجاجی مظاہرے ہوئے (ماسوائے پاکستان میں متحدہ مجلس عمل کے زیر اہتمام مظاہروں کے) اور نہ ہی ان ممالک کے بے حمیت حکمرانوں نے امریکہ کی اس متوقع جارحیت کے خلاف کوئی متفقہ لائحہ عمل اب تک طے کیا، صرف مسلم ممالک کی تنظیم O.I.C (اکبری کالوں اور عالمی

بزدلوں کی نمائندہ انجمن) نے حسب روایت چند مذمتی نیم دلانہ قراردادیں پاس کیں اور ہمیشہ کی طرح امت مسلمہ کو ایک بار پھر مایوسی اور قنوطیت کی گرداب میں تقدیر کے رحم وکرم پر پھینک دیا۔ عالم اسلام کے بے حس حکمرانوں کی اس بڑی بھیڑ میں صرف ملائیشیا کے صدر مرد قلندر ڈاکٹر مہاتر محمد نے غیر وابستہ تحریک کے اجلاس میں امریکہ کے خلاف بھرپور نفرت انگیز حقائق پر مبنی جذبات کا اظہار کیا اور عالم اسلام کے بزدل حکمرانوں کو مشترکہ لائحہ عمل اپنانے اور مکمل اتحاد واتفاق سے اس صورتحال کے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا اور عالم اسلام کی طرف سے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی تجویز بھی دی۔ لیکن اسے عالم اسلام نے ایک دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دی اور عالم اسلام کے تمام حکمران امریکہ کو جارحیت سے منع کرنے میں نہ صرف ناکام نظر آرہے ہیں بلکہ یہ سب بزدل اپنی اپنی باری کا انتظار کررہے ہیں اور ان میں پاکستان کے صدر مشرف اور موجودہ حکومت سر فہرست نظر آرہے ہیں اس لئے انہوں نے امریکہ کے ڈر سے او' آئی' سی' کے اجلاس میں شرکت کرنے سے بھی اجتناب کیا اور اب در پردہ سلامتی کونسل میں اگلے ہفتے ہونے والی ووٹنگ میں بھی امریکہ کے ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے جو کہ نہ صرف ہمارے لئے باعث مذمت بلکہ باعث ذلت اور رسوائی ہوگا۔ اور اس کا داغ ہمیشہ کے لئے پاکستان کے ماتھے پر لگا رہے گا۔

جیسا کہ افغانستان کی تباہی اور قتل عام میں پاکستان نے امریکہ کی خوشنودی کے لئے اجرتی قاتل کا کردار ادا کیا اور اب عراقی مسلمانوں کے قتل میں بھی اس کا اہم کردار ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اپنوں کی بے حسی اور لاتعلقی کی اس گھٹن آمیز فضا اور مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں فرانس' جرمنی' بیلجیم وغیرہ نے جو بغاوت کا علم اٹھایا ہے یہ اپنے اندر بہت معنی رکھتا ہے۔ اگر ان ممالک نے اسی طرح ظلم کے سامنے ڈٹ جانے اور مظلوموں کا ساتھ دینے کا تہیہ کرلیا تو وہ دن دور نہیں جب دنیا سے ظلم وبربریت اور صرف ایک قوم کے دنیا پر تسلط اور حکمرانی کا شیطانی نظام ختم ہوجائے گا۔

حقیقت میں امریکہ نہ صرف عالم اسلام کا دشمن ہے بلکہ وہ پوری انسانیت کے درپے ہے' اسی نے جاپان' ویت نام' جرمنی' سوویت یونین اور افغانستان کو تباہ کرنے کے بعد اب وہ دنیا بھر کے اقتصادیات اور قدرتی ذرائع پر قبضہ کرنا چاہتا ہے' اور اس کی حریص نگاہیں اب متحدہ یورپ اور اس کی ڈالر کے مقابلے میں طاقتور کرنسی یورو کی بربادی پر بھی لگی ہوئی ہیں۔ وہ یورپ کو بھی پنجہ یہود میں اپنی طرح دینا چاہتا ہے' اگر اس وقت اس ڈاکو صفت ملک کے خلاف دنیا نہ اٹھی تو پوری انسانیت اور آزاد وخودمختار قوموں کا مستقبل داؤ پر لگ جائے گا اور دنیا کا نظام ایسا تہہ وبالا ہوجائے گا کہ صدیوں یہ ظلم کی سیاہ رات اپنا قبضہ جمائے رکھے گی اور کسی بھی قوم اور ملک کو آزادی کا سورج شاید صدیوں تک دیکھنے کو نہ ملے۔

تازہ اطلاعات کے مطابق صدر بش نے 7 مارچ کو فرعونیت اور طاقت کے نشے میں آکر اعلان کردیا کہ وہ ہر صورت عراق پر حملہ کرے گا اور اپنی نئی اقوام متحدہ بنائے گا اور مریکہ کیلئے سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ سے اجازت اور

منظوری کوئی معنی نہیں رکھتی اب قرین قیاس یہی ہے کہ اگلے دو ہفتوں میں امریکہ عراق پر حملہ کردے گا' یہ حملہ اور جارحیت اقوام متحدہ' سلامتی کونسل اور پوری دنیا کے منہ پر اک طمانچہ ہوگا' دیکھتے ہیں کہ اس شور قیامت کے بعد کون سا بھونچال آنے والا ہے ؟

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
پھر کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی سینیٹ الیکشن (ایوان بالا) میں کامیابی

الحمدللہ حسب روایت اللہ تعالیٰ نے مہتمم دارالعلوم حقانیہ و امیر جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو تیسری بار سینیٹ کے حالیہ الیکشن میں بھرپور کامیابی سے نوازا ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ کی ماضی میں بھی ساری سیاسی جدوجہد اور پارلیمانی زندگی مسلسل غلبہ اسلام کے احیاء اور اعلائے کلمۃ حق کے لئے گزری ہے اور موجودہ نازک عالمی صورتحال اور ملکی دگرگوں حالات میں تو پاکستانی پارلیمنٹ کو آپ جیسے مخلص محبّ وطن اور منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین کی اور بھی اشد ضرورت تھی' الحمدللہ قومی اسمبلی میں تو متحدہ مجلس عمل کے سرکردہ قائدین اور ممبران پہلے ہی سے کافی تعداد میں موجود تھے اور اسمبلی میں باطل قوتوں کے لئے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں لیکن ایوان بالا (سینیٹ) کا مورچہ خالی تھا' سینیٹ کے حالیہ الیکشن میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب مدظلہ' اور دیگر علماء کی کامیابی نے اس خلاءٗ کو بھی پورا کردیا اور ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں علماء کی اچھی خاصی تعداد پہنچ گئی ہے۔ انشاء اللہ العزیز منتخب شدہ علماء کرام کی یہ اکثریت ملک وملت اور قوم کو مایوس نہیں کرے گی اور حسب سابق اپنے پیش رو اکابرین کے اسمبلی میں جدوجہد کے تسلسل کو برقرار رکھیں گے۔ ادارہ ان تمام منتخب شدہ علماء کرام' سینیٹرز کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور اس کے ساتھ ادارہ ان تمام مخلصین اور حلقہ احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے جنھوں نے یہاں خود تشریف لاکر یا بذریعہ فون یا خطوط کے ذریعے مبارکباد اور نیک تمناؤں کے پیغامات حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور ادارہ کو بھیجے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا لطافت الرحمٰن سواتیؒ کی رحلت

قارئین الحق اور علمی حلقوں کیلئے یہ اطلاع یقیناً باعث صد افسوس وغم انگیز ہوگی کہ علم وادب کے آسمان کا ایک بہت ہی روشن اور منور ستارہ بھی ہم سے ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت مرحوم کا انتقال رمضان ۱۴۲۳ھ کے آخری عشرہ میں اپنے آبائی گاؤں رونیال وادی سوات میں ہوا تھا۔ ادارہ کو بھی ان کی وفات کا علم کچھ عرصہ بعد ہوا۔ یہ امر انتہائی باعث تعجب ہے کہ ایک علم وتحقیق اور خصوصاً ادب عربی سے وابستہ ایک بہت بڑی شخصیت کا انتقال ہوا' اور اسکی اطلاع نہ تو قومی اخبارات میں اپنے لئے کوئی جگہ پاسکی اور نہ ہی الیکٹرانک میڈیا میں اور صد افسوس تو دینی صحافت پر ہے کہ اسمیں بھی حضرت مولانا کے بارے میں کچھ بھی شائع نہ ہوسکا۔ بہر حال حضرت مولاناؒ کی تحریریں' علمی کمالات اور تدریسی خدمات اظہر من الشمس ہیں اور ان سے تاابد زمانہ مستفید ہوتا رہیگا۔

ع　حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را..........　آپ کی ولادت 1340ھ 1920ء میں رونیال تحصیل مٹہ ضلع سوات میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر اور علاقہ میں ہی حاصل کی اور پھر مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے برصغیر کی شہرہ آفاق دینی درسگاہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور پورے سات سال وہاں رہ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ' شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحبؒ حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحبؒ سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو متعدد خداداد صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ ان میں تعلیمی قابلیت آپ کا سب سے نمایاں وصف تھا۔ ہمیشہ ہر جماعت میں اول آتے رہے اور خصوصاً دورہ حدیث میں آپؒ نے تینوں امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اس موقع پر دورہ حدیث کے 314 طلباء سے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ کے بارے میں یہ تاریخی کلمات فرمائے: ''دیکھو لطافت الرحمٰن عمر میں سب سے کم مگر علم میں تم سب سے زیادہ ہے' میں اس کو مدرسہ کی طرف سے ایک عدد دستی گھڑی' اوجز المسالک کی تین جلدیں اور دوسری چند کتابیں دے کر تمام شرکائے دورہ اور اساتذہ کرام اور عملہ کی طرف سے اس کو مبارکباد دیتا ہوں'' اس شہادت سے آپ کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے پاکستان کے مختلف بڑے جامعات میں تدریسی فرائض بھی سرانجام دیئے۔ ان میں سرفہرست دار العلوم حقانیہ ہے اس کے علاوہ دار العلوم سیدو شریف سوات اور کراچی کے مختلف مدارس میں بھی شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسکے بعد حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی کوشش پر آپ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور آئے اور بائیس سال تک مذکورہ یونیورسٹی میں رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جس میں مشہور شیوخ علماء' دانشور اور بڑے بڑے اصحاب فضل شامل ہیں۔ آپ ''الحق'' کے ابتدائی لکھنے والوں میں سے تھے۔ اور آخر تک اسکے ساتھ رابطہ رکھا اور سرپرستی فرماتے رہے۔ قارئین الحق سے ان کیلئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔　رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

جناب جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف

ابھرتا ہوا نیا عالمی نظام

اس وقت امریکہ کو عالمی سیاست میں بالا دستی حاصل ہے، روایتی سیزر (Caesar) کی مانند اس کے راستے میں جو قوت بھی مزاحمت کرتی ہے، وہ اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے درپے ہوتا ہے، خلیج کی جنگ کے دوارن جارج بش سینئر نے دعویٰ کیا تھا کہ جس کسی کو اپنی جان عزیز ہے اس کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ امریکہ کے "فرمائے ہوئے کو مستند سمجھے" اور اس پر بلاچوں و چرا ایمان لے آئے۔ لہٰذا جارج بش جونیئر، دہشت گردی کے خلاف کی جانے والی جنگ کی آڑ میں اپنے والد محترم کے فرمان کو لغوی اور معنوی اعتبار سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں اور ان کی پسند ناپسند کا عالم یہ ہے کہ امریکہ کے جغرافیائی اور تزویراتی مفادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مختلف قوموں کی قسمت کا فیصلہ وہ خود کرتے ہیں اور "نیازمند" حکمرانوں کی جھولی ڈالروں سے بھر دیتے ہیں اور گستاخ ملکوں (Rogue States) کو دیوار سے چنخ دیتے ہیں۔ اس سارے کھیل کا مقصد بلاشرکت غیرے، دنیا بھر میں یک قطبی نظام (Unipolar World Order) کا قیام ہے، ایسا نظام جس میں امریکہ کی بالا دستی یقینی ہو۔

امریکی دانشور، برزیسکی (Brezizinski) نے یورشیا (چین روس مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا پر مشتمل ممالک) پر امریکہ کی بالا دستی کو یقینی بنانے کی ایک حکمت عملی ترتیب دی تھی اور اسے عملی جامہ پہنانے کا لائحہ عمل تجویز کیا تھا۔ موصوف کے الفاظ میں "اس تجویز کو حقیقت کے روپ میں منتقل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے، کیونکہ یوریشیا، مسلمہ طور پر کرۂ ارض کا سب سے بڑا براعظم ہے، اور جغرافیائی اور تزویراتی اعتبار سے اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے، ساتھ ہی یہ امر بھی یقینی ہے کہ جس ملک نے یوریشیا کو مطیع کر لیا، اس کی دھاک دنیا بھر میں بیٹھ جائے گی اور افریقہ جیسا براعظم بھی اس کا فرمانبردار بن جائے گا اور یوں چار دانگ عالم میں اس کا چرچا ہونے لگے گا۔"

برزنسکی کے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے امریکہ نے یوریشیا کو اپنی گرفت میں لینے کو یقینی بنانے کا پختہ عزم کر لیا ہے اور اس کی حالیہ سرگرمیاں اس سلسلے کی کڑی ہیں۔ اس وقت زمینی حقائق کچھ یوں ہیں کہ یوریشیا کی شطرنج کی بساط پر ایک جانب مغرب میں نیٹو کو بالا دستی حاصل ہو چکی تو دوسری جانب، بحرالکاہل کے محاذ پر کوریا اور جاپان میں امریکی فوج نے مشرقی محاذ قائم کر لیا ہے۔ اور جنوب میں افغانستان، ازبکستان اور تاجکستان میں اتحادی ممالک کی افواج نے دفاعی نظام قائم کیا ہے، اس تناظر میں، برزنسکی نے ایک اہم حقیقت کی جانب، امریکہ کی توجہ مبذول کرائی ہے،

کہ ''عالمی سطح پر امریکہ کی بالادستی یقینی ہے مگر اس کے طرز عمل میں سطحیت (Shallow ness) کا عنصر نمایاں دکھائی دیتا ہے' یہ سطحیت' داخلی اور خارجی سطحوں پر نمایاں ہے' عالمی سطح پر امریکی توسیع پسندی' اپنی بالادستی قائم کرنے کی خواہاں ہے مگر دورِ قدیم کی بادشاہتوں کے برعکس' اسے اپنی زیر اثر ریاستوں پر براہ راست مکمل بالادستی حاصل نہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر' یہ بات واضح ہے کہ آگے چل کر یہ صورتحال امریکہ کے وسیع تر مفادات کے حق میں نہیں ہوگی۔''

امریکی قیادت کا المیہ یہ ہے کہ اسے حساس نوعیت کے عالمی پیچ وخم کا گہرا شعور نہیں ہے' عراق پر دھاوا بولنے کے لئے تزویراتی سطح پر وہ عجیب بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے' اور بش ڈاکٹرین کی رو امریکہ کی اخلاقی فوقیت اور اصول پرستی کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے' مگر درحقیقت اس ڈاکٹرین کا اخلاقیات سے کوئی تعلق نہیں جسے امریکہ کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ صدر بش کا کہنا ہے کہ ''میرا مقصد دور از کار مباحث میں الجھنا نہیں' میں جس بات کو درست سمجھتا ہوں' اس کا برملا اظہار کر دیتا ہوں' کہ جرات اظہار ہی امریکی قوم کی بنیادی پہچان ہے'' مگر حقیقت ان کا دعوؤں کے بالکل برعکس ہے' صدر بش بزعم خویش' اس بات پر نازاں ہیں کہ انہیں مہذب دنیا کی حمایت حاصل ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ اس عالمی اتحاد میں اب دراڑیں پڑنا شروع ہوئی ہیں' یورپین یونین کے دو اہم مالک' جرمنی اور فرانس' امریکی پالیسیوں سے کھلے بندوں اختلاف کرنے لگے ہیں' کیونکہ ان کے خیال میں امریکہ کی جارحانہ سوچ' مہذب دنیا کے تقاضوں کے منافی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یورپ نے صدیوں کے تجربات کے بعد جو کامیابیاں حاصل کی ہیں' صدر بش انہیں ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں' یورپ نے ایک مشترکہ قومی تشخص کو عملی شکل دی ہے جو باہمی اشتراک اور باہمی اتحاد کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا تھا' یورپ ان تہذیبی کامیابیوں کے تحفظ کو ہر قیمت پر یقینی بنائے گا۔

روس کی سوچ یہ ہے کہ عالمی حالات نے ایسا پلٹا کھایا ہے کہ عراق کے خلاف جنگ ہو یا نہ ہو' اس کا فائدہ بہر حال روس کو پہنچے گا' روس کے وائس چیرمین ولادمیر لوکین (Valadimir Lukin) کا کہنا ہے کہ ''اگر جنگ روس' فرانس' چین اور دوسرے ممالک کی تجویز کردہ شرائط پر ختم ہوتی ہے تو روس کے لئے یہ ایک اچھی علامت ہوگی' کیونکہ اس سے عرب دنیا میں روس کا وقار بڑھ جائے گا اور اگر سلامتی کونسل کی قرارداد کو اپنا لیا جاتا ہے' جس کی رو سے عراق پر الزام دھرا جاتا ہے' کہ وہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار تیار کر رہا ہے' تب بھی روس کے وسیع تر مفادات کو ہی تقویت ملے گی۔ اس کے برعکس روس کے انتہاپسند' قوم پرست قائد عراق کے خلاف جنگ چھیڑنے کے حق میں ہیں' کیونکہ ان کے بقول ''ایسا ہو جانے کے بعد امریکہ کے ساتھ اسلامی انتہاپسند عناصر کے مفادات کو گزند پہنچے گی مگر روس کو اس کاروائی سے بہت فائدہ پہنچے گا کیونکہ اس جنگ میں یورپ کمزور ہو جائے گا اور امریکہ کے خلاف عالمی سطح پر نفرت میں اضافہ ہوگا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے گوریلا دستے اپنی توانائی کھو بیٹھیں گے اور بدلے ہوئے تناظر میں' عالمی توجہ

روس پر مرکوز ہو جائے گی۔“

خلیج کے علاقے میں چونکہ ایک خلا کی کیفیت پیدا ہوئی ہے‘ اس لئے امریکہ وہاں طاقت کے بل بوتے پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے‘ تاکہ وہ عراق میں حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی اپنی طاقت اور اثر ورسوخ اس علاقے میں بڑھا سکے‘ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر عراق پر جنگ تھوپی جاتی ہے اور عراق کو ”فتح“ کرلیا جاتا ہے تو اس صورتحال پر ایران کا کیا ردعمل ہوگا‘ اس بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ ایران کو اس بدلے ہوئے تناظر میں تاریخی کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ وہ نئے اور پرانے عالمی نظام کے مابین توازن قائم کرنے میں اپنا رول ادا کرسکے‘ اہم سوال یہ ہے کہ اگر عراق فتح کرنے کے بعد ایران پر دباؤ بڑھتا ہے تو کیا ایران وہ مشکل فیصلہ کرسکے گا جس کا حالات تقاضہ کرتے ہیں؟

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امریکہ کی محاذ آرائی کے اس حالیہ رجحان کی مخالفت یوریشیا کے کسی بڑے اور اہم ملک کی جانب سے نہیں ہورہی ہے بلکہ اس مخالفت میں پیش پیش ایٹمی صلاحیت سے لیس دو چھوٹے ممالک مثلاً شمالی کوریا اور پاکستان ہیں کہ جن کے اصولی موقف کے سبب عالمی طاقت کا توازن تبدیل ہوتا دکھائی دیتا ہے‘ جس کا محور و مرکز (Centre of gravity) چین اور روس کی سمت ہے‘ کتنی عجیب بات ہے کہ خوف پرمبنی توازن (Balance of terror) کی کوکھ سے عالمی طاقت کے توازن کا دو مرکزی (Bipolar) نظام جنم لے رہا ہے اور اتنی بڑی تبدیلی اس منفی سوچ سے پیدا ہوئی ہے جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) کا نام دیا گیا ہے۔

امریکہ نے دہشت گردی (War of Terror) کے خلاف جس محاذ آرائی کا آغاز کررکھا ہے اس کے سبب بحرالکاہل سے لے کر بحیرہ عرب کے علاقے تک خوف و ہراس (Balance of Terror) کی ایک بھیانک فضا قائم ہوچکی ہے۔ شمالی کوریا کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر امریکہ نے اس کے خلاف اپنی مجوزہ کاروائی پر نظرثانی کرلی ہے۔ اس تبدیلی کا محرک وہ اعلان بنا ہے‘ جس میں شمالی کوریا نے متنبہ کیا ہے کہ اگر امریکہ نے اس کے خلاف کوئی کاروائی کی تو وہ جنوبی کوریا‘ جاپان اور اس خطے میں واقع دوسرے ممالک میں موجود امریکی فوجی دستوں اور اس کی عسکری تنصیبات کو تباہ کردے گا۔ کچھ ایسی ہی صورتحال جنوبی ایشیا میں بھی ہے۔ 1990ء میں بھارت اور اسرائیل کے باہمی اشتراک نے پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کے جواب میں پاکستان نے اپنی مضبوط ایٹمی پالیسی کا عملی مظاہرہ کیا جس کے سبب خطرات ٹل گئے‘ لیکن 1998ء میں بھارت نے ایک بار پر ایٹمی دھماکہ کرکے پاکستان کے ایٹمی صلاحیتوں کے ابہام کو چیلنج کیا‘ جس کے جواب میں پاکستان نے بھی بھرپور ایٹمی قوت کا مظاہرہ کیا‘ لیکن پھر بھی سازشیں ختم نہیں ہوئیں‘ بلکہ جاری رہیں اور بھارت اور امریکہ کے باہمی اتحاد (Strategic Partnership) کے نتیجے میں بھارت نے اپنی فوجی طاقت‘ پاکستان کی سرحدوں پر جمع کردی اور پاکستان کے خلاف جنگ کی دھمکیاں دیں‘ ساتھ ہی امریکہ نے پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا کہ وہ دہشت گردوں کی کاروائیاں ختم کرانے کا عملی ثبوت فراہم

کرے دس ماہ تک بھارتی فوجیں پاکستان کی سرحدوں پر ایڑیاں رگڑتی رہیں لیکن انہیں بین الاقوامی سرحد عبور کرنے کی جرات نہ ہو سکی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ پاکستان کے روایتی ہتھیاروں اور اس کی ایٹمی صلاحیتوں (Deterrence) نے بھارت کو اس مہم جوئی سے باز رکھا۔

اب عراق پر متوقع حملے کے پیش نظر بھارت امریکہ گٹھ جوڑ ایک بار پھر پاکستان کو خوفزدہ کرنے کے عمل میں مصروف دکھائی دیتا ہے' امریکی سفیر متعین پاکستان کا کہنا ہے کہ پاکستان' سرحد پار دہشت گردی ختم کرانے میں نہ صرف ناکام ہو گیا ہے بلکہ وہ خود عالمی امن کے لئے ایک خطرہ بن گیا ہے' بھارتی سورما تو "پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی" بات کر رہے ہیں۔ بھارت کا یہ جنگی جنوں اور اس کا اظہار ہندو بنیاد پرستی کا مظہر ہے' جس کی ایک جھلک ہم احمد آباد کے ریاستی انتخابات میں دیکھ چکے ہیں۔ اس خونی ڈرامے میں مسلمانوں کا بے دریغ قتل کیا گیا' اب عام انتخابات میں بھی بی جے پی' مسلم دشمنی اور پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے اور یہ صورت حال حد درجہ گھمبیر ہے۔ امریکہ نے مسلسل بھارتی اور اسرائیلی دہشت گردی کو تمام وسائل مہیا کئے ہیں' اس کے برعکس اسلامی ممالک کی حقوق کی جنگ کی جب بات آتی ہے تو ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے' اور حق و انصاف کے سارے پیمانے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر قدرے تسلی بخش ہے کہ اب امریکی رویے کے خلاف عالمی سطح پر ردعمل پیدا ہو چکا ہے' اور دنیا یہ محسوس کرنے لگی ہے کہ اگر سینہ زوری کے اس رجحان کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو ایک استعماری نظام اقوام عالم کے سروں پر مسلط ہو جائے گا' لہٰذا دنیا کے بیشتر ممالک کی اب تمنا یہ ہے کہ یہ نظام دوبارہ سر اٹھانے نہ پائے' اب نئے عالمی نظام کی تشکیل ان خطوط پر ممکن ہو گی کہ کسی ایک قوم یا ملک کی اجارہ داری قائم نہ ہو اور طاقت کے ارتکاز کی بجائے اسے اس طرح ترتیب دیا جائے کہ کثیر الجہتی نظام کا قیام عملی طور پر ممکن ہو سکے۔

پاکستان اکیلا امریکہ' بھارت اور اسرائیل کے دباؤ کا مقابلہ کر رہا ہے' اور خصوصاً یہ دباؤ بڑھایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی ایٹمی صلاحیتوں سے دست بردار ہو جائے۔ مگر ہمیں یقین ہے پاکستان اپنی قومی سلامتی پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا اور اس مسئلہ پر ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائے گا ورنہ بھارت کی توسیع پسندی اسے اپنی گرفت میں لے لے گی' اور اس عمل میں اسے امریکہ کی آشیر باد حاصل ہو گی' جہاں تک امریکی روش کا سوال ہے' اس نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے عراق (جو ایک غیر ایٹمی طاقت ہے) کو فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے' امریکہ کے اس اقدام سے اس حقیقت کو تقویت ملے گی کہ جارحیت کا موثر انداز میں مقابلہ کرنے کے لئے اور امریکی جارحیت کا شکار ہونے والے دوسرے غیر ایٹمی ممالک بھی ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جو انہیں قومی سلامتی کی ضمانت فراہم کرے گی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قومیں جو ابھی تک ایٹمی ہتھیار تیار نہ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہیں انہیں بھی اب حالات کی جبریت کے تحت اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنا پڑے گی۔ اور یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ امریکہ کی حفظ ماتقدم (Pre-emption) کی پالیسی کہ

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

سینئر پروفیسر خورشید احمد
مدیر ماہنامہ "ترجمان" لاہور

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ

ترکش مارا خدنگِ آخریں

برعظیم پاک و ہند کے علمی اور دینی افق کو درخشاں کرنے والے تمام ستارے ایک ایک کر کے ڈوب گئے ہیں......! علامہ اقبال گئے' مولانا اشرف علی تھانوی گئے' مولانا ابوالکلام آزاد گئے' مولانا شبیر احمد عثمانی گئے' سید سلیمان ندوی گئے' مفتی محمد شفیع گئے' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی گئے' ڈاکٹر فضل الرحمٰن گئے' مولانا امین احسن اصلاحی گئے' مولانا سید ابوالحسن علی ندوی گئے...... اور اب مشرق سے ابھرنے والے اس سنہری سلسلے کا آخری تارا ڈاکٹر محمد حمید اللہ مغرب کی آغوش میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

محمد حمید اللہؒ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے' دولت آصفیہ ہی میں ابتدائی سے اعلیٰ تعلیم تک کے مراحل طے کئے اور عثمانیہ یونیورسٹی سے' جو برعظیم کی تاریخ میں اردو کے محوری کردار اور اپنی اعلیٰ علمی روایات کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتی تھی ایم اے اور ایل ایل بی کی سندات امتیازی شان سے حاصل کر کے اسی جامعہ میں تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں' تقسیم ملک سے کچھ قبل اعلیٰ تعلیم کے لئے جرمنی گئے اور بون (Boon) یونیورسٹی سے بین الاقوامی قانون کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی فل کی سند حاصل کی' ڈاکٹر حمید اللہؒ کی یہی تحقیق تھی جو بعد میں ضروری اضافوں کے ساتھ انکی شہرہ آفاق تصنیف Muslim Conduct of State بنی' جرمنی سے فرانس منتقل ہو گئے اور سوربون (Sorboone) یونیورسٹی سے عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈی لٹ کی سند حاصل کی۔

اس زمانے میں سقوطِ حیدر آباد (۱۹۴۸ء) کا سانحہ رونما ہوا۔ اس کے بعد پھر ڈاکٹر حمید اللہ پیرس ہی کے ہو کر رہ گئے' میرے استفسار پر ایک بار بتایا کہ میں دولت آصفیہ کے پاسپورٹ پر یورپ آیا تھا۔ پھر میری غیرت نے قبول نہ کیا کہ بھارت کا پاسپورٹ حاصل کروں' فرانسیسی شہریت بھی ساری عمر حاصل نہ کی' پناہ گزیں کی حیثیت پر تمام عمر قانع رہے اور محض وثیقہ راہ داری (Travel Documents) کے ذریعے عالمی سفر کرتے رہے' جس کے تحت چھ ماہ کے اندر اندر انہیں فرانس واپس آنا پڑتا تھا' سچی بات یہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ کسی ملک کے بھی شہری نہ تھے' بلکہ ذہنی اور مادی ہر اعتبار سے اس دنیا ہی کے شہری نہ تھے۔ ۷۰ سال بغیر پاسپورٹ کے گزارے اور بالآخر وہاں چلے گئے جہاں کسی

دنیوی پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہوتی...... ہاں ان کے پاس ایمان، عمل صالح اور علم و تحقیق اور دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کی جانے والی زندگی کا سرمایہ تھا اور یہی سب سے کام آنے والی چیز ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ مشرق اور مغرب کی نو زبانوں پر قدرت رکھتے تھے اور چار میں (اردو، انگریزی، فرانسیسی، عربی) بلاواسطہ تحریر و تقریر کی خدمت انجام دیتے تھے، مطالعہ اور گفتگو کی اعلیٰ استعداد جرمنی، اطالوی، فارسی، ترکی اور روسی زبانوں میں بھی حاصل تھی، پیرس کے مشہور تحقیقی مرکز Centre National de la Researche Scientifique سے ریٹائرمنٹ تک وابستہ رہے۔

علم و تحقیق اور دعوت تبلیغ سے ایسا رشتہ باندھا کہ رشتہ ازدواج کی فکر کی مہلت نہ ملی اور امام ابن تیمیہؒ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے گھربار کے جھگڑے سے آزاد رہے اور صرف علم کا ورثہ چھوڑا۔ عالم اسلام کی چوٹی کی جامعات میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، خصوصیت سے جامعہ استنبول سے طویل عرصے تک متعلق رہے، وہ ہر سال چند ماہ وہاں گزارتے تھے، جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بھی ۱۲ خطبات دیئے جو خطبات بہاولپور کے عنوان سے شائع ہوئے اور ان کا خوبصورت انگریزی ترجمہ ڈاکٹر افضل اقبال نے کیا اور یہ The Emergence of Islam کے نام سے شائع ہوئے۔

میری نگاہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلمانوں میں پہلے اور آخری مستشرق (Orientalist) تھے۔ مستشرق میں ان کو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے مستشرقین کے طریق تحقیق (methodology) پر ایسی ہی قدرت حاصل کر لی تھی جیسی غزالی نے یونانی فلسفے پر۔ وہ تحقیق اور طریق تالیف کے باب میں مستشرق ہوئے لیکن اس پہلو سے مستشرقین سے مختلف تھے کہ ان کا قبلہ درست تھا، ان کے اصل مآخذ قرآن و سنت اور مسلمانوں کے معتبر اہل علم کی تصانیف تھیں، انہوں نے اسلام کو جیسا کہ وہ ہے دنیا کے سامنے پیش کیا، البتہ تحقیق و تصنیف، تلاش و جستجو، نقد و احتساب کے ان تمام ذرائع کو کامیابی اور قدرت کے ساتھ استعمال کیا جو مستشرقین کا طرۂ امتیاز سمجھے جاتے ہیں اور اس طرح علمی میدان میں اہل مغرب کا جو قرض مسلمانوں پر تھا، اسے فرض کفایہ کے انداز میں ڈاکٹر صاحب نے چکا دیا، اور ساتھ ساتھ وہ کیا جسے انگریزی محاورے Paying in the same coin کہا جاتا ہے۔ الحمد للہ!

ڈاکٹر حمید اللہ فکر و نظر کے اعتبار سے ٹھیٹھ مسلمان تھے، انہوں نے سلف کے نقطہ نظر کو پوری دیانت سے جدید زبان اور استشراق کے اسلوب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پیش کیا، اور ایک حد تک یہ کہنا درست ہوگا کہ اسلامی علوم اور دور جدید کے طلباء اور محققین کے درمیان ایک پل بن گئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کی علمی دلچسپیوں کا دائرہ بڑا وسیع تھا اور اس حیثیت سے ان کا کام کثیر جہتی (multi dimensional) تھا، انہوں نے تحقیق کے مختلف میدانوں میں بڑے معرکہ کی چیزیں پیش کیں لیکن شاید ان کی سب

سے زیادہ دین (Contribution) مسلمانوں کے بین الاقوامی قانون کے میدان میں ہے جس میں انہوں نے علمی دنیا سے یہ منوالیا کہ بین الاقوامی قانون کے اصل بانی مسلمان فقہاء اور علماء ہیں' سترھویں صدی کے مغربی مفکرین نہیں۔ تدوین حدیث کے باب میں بھی ان کا کام بڑا وقیع ہے اور صحیفہ ہمام ابن منبہ کی تالیف اور اشاعت ان کا بڑا کارنامہ ہے جس نے یہ ثابت کردیا کہ حدیث کی کتابت دور رسالت مآبؐ اور دور خلافت راشدہ ہی میں شروع ہوگئی تھی۔ یہ مسودہ ان کو جرمنی کی ایک لائبریری سے ملا جس کو مناسب انداز میں تدوین کر کے اور یہ دکھا کر کہ اس اولین مسودے میں لکھی ہوئی احادیث اور بعد کے مجموعوں میں پائی جانے والی احادیث میں کوئی فرق نہیں ہے' انہوں نے بڑے سائنسی انداز میں حدیث کی صحت کو منوانے میں بیش بہا خدمات انجام دیں' حضور پاک ﷺ کی سیاسی زندگی' آپؐ کے غزوات' سفر ہجرت' خطوط اور وثائق کی تلاش اور ترتیب...... ان سب میدانوں میں ڈاکٹر حمید اللہ نے تحقیق اور تسوید کے وہ نقوش قائم کیے ہیں جو تا دیر چراغ راہ رہیں گے۔

اسلامی فقہ کی تدوین اور خصوصیت سے امام ابو حنیفہ کی (Methodology) پر ان کا کام راہ کشا حیثیت رکھتا ہے' اسلامی قانون اور قانون روما کے فرق کو بھی انہوں نے بڑے قاطع دلائل سے ثابت کیا اور مستشرقین کے اس غبارے سے ہوا نکال دی کہ اسلامی قانون دراصل قانون روما سے ماخوذ ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے ترجموں کی معلومات کو جمع کرنا بھی ان کا ایک پسندیدہ موضوع تھا' اور اس سلسلے میں ان کی کاوش اساسی اور بنیادی کوشش کا مقام رکھتی ہے۔ ان کے طرز تحقیق میں صرف کتابی محنت ہی شامل نہ تھی' حضور ﷺ کے سفر ہجرت کی تحقیق میں انہوں نے پا پیادہ اور گھوڑے اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اس راستے پر عملاً سفر کیا جس سے حضور پاکؐ نے ہجرت فرمائی تھی۔ اور اس طرح اس شاہراہ کو متعین کیا جو روایات میں دھندلی ہوگئی تھی' قرآن پاک اور سیرت مبارکہ ان کی زندگی کے صورت گر ہی نہ تھے' ان کی علمی دلچسپی کا بھی محور تھے۔

فرانسیسی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ اور فرانسیسی زبان ہی میں دو جلدوں میں سیرت پاک کی تدوین بھی ان کے نمایاں کاموں میں سے ایک ہے۔ سیرت کی کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی ڈاکٹر صاحب نے خود ہی کیا ہے جو شائع ہوگیا ہے' ۱۰۰ سے زیادہ مقالے اور مضامین ان کے قلم سے نکلے اور اہل علم کی تشنگی دور کرنے کا ذریعہ بنے' یقیناً ان کی چھوٹی بڑی کل کتب کی تعداد ۱۵۰ سے زیادہ ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ سے میری پہلی ملاقات اس زمانے میں ہوئی جب میں ابھی طالب علم تھا اور اسلامی جمعیت طلبہ میں سرگرم تھا اور وہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو اسلامی دستور سازی میں مدد دینے کے لئے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ وہ مولانا سید سلیمان ندوی' مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد انصاری' کے ساتھ مجلس تعلیمات اسلامی کے رکن تھے اور اسمبلی کی عمارت ہی کے ایک حصے میں ان کا دفتر تھا۔ ان کے علم کی وسعت اور اس کے رعب کے تحت میرے

ذہن نے ان کی ایک تصویر بنالی تھی لیکن ان کو دیکھ کر مجھ کو ایک دھچکا سا لگا۔ میں نے ان کو ایک دبلا پتلا اور سادہ سا فقیر منش انسان پایا۔ اکہرا بدن' لمبا قد' صاف رنگ' کتابی چہرہ' اوسط لمبائی کی مگر غیر کفی ڈاڑھی' پرنور آنکھیں ...... اور ان سب سے بڑھ کر انکسار کا مجسمہ' تواضع کا پتلا' سادگی کا پیکر اور جس چیز نے سب سے زیادہ حیران کیا وہ یہ تھی کہ اسمبلی کے دفتر میں کرتے پاجامے میں ملبوس اور پاؤں میں کھڑاوں ...... پتا نہیں آج کی نسل اس شے سے واقف بھی ہے یا نہیں۔ ہمارے بچپن میں وضو کے لئے لکڑی کی سادہ سی چپل ہوتی تھی جسے کھڑاوں کہتے تھے' جو بالعموم غلسخانے میں رکھی جاتی تھی' میرے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ تصور نہ آ سکتا تھا کہ کوئی اسمبلی کے دفتر میں کھڑاوں پہنے بیٹھا ہوگا۔

حیران کی یہ کیفیت چند ہی لمحات میں ان کی شفقت اور پیار سے بھری باتوں سے دور ہوگئی اور تبحر علمی کے ساتھ ان کا انکسار دل پر نقش ہوگیا' بات آہستہ آہستہ دھیمے لہجے میں' کچھ کچھ رک کر اور سر ہلا ہلا کر کرتے تھے مگر اس طرح کہ دل میں اتر جاتی تھی۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے اس وقت مجھے چونکا دیا جب چراغ راہ کے اسلامی قانون نمبر کی اشاعت پر بالکل غیر متوقع طور پر ان کا تین صفحے کا خط موصول ہوا۔ اور تین صفحے بھی ایسے کہ ان میں ۱۰ صفحوں کا لوازمہ موجود تھا' کیونکہ ڈاکٹر صاحب ہلکے کاغذ پر چھوٹے حروف میں اس طرح لکھتے تھے' کہ مختصر حاشئے کے سوا ہر جگہ بھری ہوتی تھی' اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات ان کی محنت تھی' اسلامی قانون نمبر پر بہت خوش تھے۔ بڑی فراخ دلی سے اس کی تعریف کی لیکن ساتھ ہی بڑے انکسار سے لکھا کہ آپ کو زحمت سے بچانے کے لئے دوسرے ایڈیشن کے لئے کتابت کی غلطیوں کی نشاندہی کر رہا ہوں ...... اور اس طرح صفحہ اور سطر کے تعین کے ساتھ تین صفحوں میں انہوں نے میری اور میرے ساتھیوں کی بے احتیاطی کی تلافی کا سامان کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب سے خط و کتاب کا سلسلہ ۴۰ سال پر پھیلا ہوا ہے مگر کس دل سے لکھوں کہ اس کا بیشتر حصہ محفوظ نہ رہ سکا! آخری خط میری مختصر کتاب **Family Life of Islam** کے فرانسیسی ترجمے پر ان کی تصحیح و تنقید سے عبارت تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۴۸ء میں جو فلیٹ پیرس میں کرائے پر لیا تھا' وہ ایک ایسی عمارت کی چوتھی منزل پر تھا جس میں لفٹ نہ تھی' انہوں نے پیرس کے قیام کے آخری ایام تک اسی میں سکونت رکھی' اس فلیٹ کا ایک ایک کونہ بشمول باورچی خانہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا اور یہی ان کی سب سے بڑی دولت تھی' زندگی اتنی سادہ کہ کپڑے کے چند جوڑوں اور کھانے کے چند برتنوں کے سوا ان کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔ کھانے کے بارے میں بھی اتنے محتاط تھے کہ حلال گوشت نہ ملنے کے باعث زمانہ طالبعلمی میں ہی گوشت کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ سبزی اور پنیر پر گزارا کرتے تھے' اور جب یہ شبہ ہوا کہ پنیر میں بھی جانور کی آنتوں کی چربی استعمال ہوتی ہے تو اس سے بھی دست کش ہوگئے۔ علم و تقویٰ' قناعت اور سادگی میں سلف کی مثال تھے۔

میں نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ متعدد علمی مذاکرات میں شرکت کی ہے لیکن سب سے زیادہ یادگار وہ مخیم (تربیتی کیمپ) تھا جو فرانس میں ایک دیہاتی علاقے میں فرانس کی مسلمان طلبہ کی اسلامی تنظیم (UMSO) کے تحت منعقد ہوا تھا اور جس میں پانچ دن رات ہم نے ساتھ گزارے' ڈاکٹر صاحب بھی عام طلبہ کی طرح زمین پر سوتے اور اپنے برتن اپنے ہاتھ سے دھوتے تھے۔ مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ کمالِ التفات سے ڈاکٹر صاحب نے میری تقاریر کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ فرمایا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

وقت کی پابندی میں بھی ڈاکٹر صاحب اپنی مثال آپ تھے' اس کی کوئی دوسری مثال اگر میں دے سکتا ہوں تو وہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ہے۔ یہاں اس واقعے کا ذکر بھی شاید غیر متعلق نہ ہو (اور اس کے راوی ڈاکٹر صاحب کے دیرینہ ساتھی اور میرے بزرگ دوست احمد عبداللہ المسدوسی مرحوم ہیں) کہ حیدر آباد کا نوجوان حمید اللہ اپنی پوری طالب علمی کے دور میں صرف ایک بار کلاس میں تاخیر سے پہنچا (غیر حاضری کا تو سوال ہی نہ تھا) اور یہ وہ دن تھا جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔ تدفین کے بعد یہ نوجوان سیدھا جامعہ گیا اور کلاس میں شریک ہو گیا۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندا طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

ڈاکٹر حمید اللہ صرف علم و تحقیق ہی کے مرد میدان نہ تھے' دعوت و تبلیغ میں بھی ڈوبے ہوئے تھے۔ پیرس کی جامع مسجد میں ایک مدت تک تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے' انفرادی ملاقاتوں سے لے کر تبلیغی دورے اور ملکی اور بین الاقوامی کانفرنسیں ...... ہر جگہ انہوں نے دعوت کا کام انجام دیا۔ فرانس میں وہ صرف شمالی افریقہ کے مسلمانوں کا ہی مرجع نہ تھے بلکہ فرانسیسی مسلمانوں کا بھی ایک حلقہ ان کے گرد قائم تھا' طلبہ اور نوجوانوں میں وہ بے حد مقبول تھے وہ ان کو وقت دینے میں بے پناہ فراخ دل تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ سیاسی آدمی نہ تھے' ارباب حکومت نے ان کو قریب لانے کی کوشش کی لیکن وہ ہمیشہ ان سے کنارہ کش رہے' علمی اور ادبی اعزازات سے ان کا پیچھا کیا لیکن وہ ہمیشہ ان سے دامن کش رہے'۔ مجھے علم ہے کہ فیصل ایوارڈ میں ان کا نام آیا' لیکن انہوں نے معذرت کر لی۔ پاکستان نے ہجری ایوارڈ ان کو پیش کیا' مگر انہوں نے رسمی طور پر قبول کرنا پسند نہ کیا اور رقم اسلامک یونیورسٹی کے لئے وقف کر دی' سیاسی نہ ہوتے ہوئے بھی ان کی دینی حس اتنی بیدار تھی کہ آزاد حیدر آباد دکن سے یورپ جانے کے بعد مقبوضہ حیدر آباد دکن کبھی واپس نہ آئے بلکہ جب میں نے اصرار کیا کہ اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر کے پروگرام میں شریک ہوں تو بڑے دکھے دل سے کہا کہ میں اس انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھنا پسند نہیں کرتا جس نے میرے آزاد ملک کو بھارت کی غلامی میں دے دیا۔ وہ کبھی برطانیہ نہ آئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اس وقت تک تصنیف و تالیف اور تحریر و تقریر میں مصروف رہے جب تک قویٰ نے ساتھ دیا'

جب بیماریوں نے اس طرح آلیا کہ یہ کام جاری نہ رکھ سکے تو اپنی جان سے قیمتی لائبریری علمی کاموں کے لئے وقف کردی اور خود امریکہ میں اپنے عزیزوں کے پاس چلے گئے۔ جب مجھے ایک اعلیٰ پاکستانی افسر اور سید حسن نصر کے توسط سے ان کی اس حالت کا علم ہوا تو میں نے کوشش کی کہ وہ پاکستان تشریف لے آئیں اور اس سلسلے میں صدر مملکت کو میں نے ایک خط بھی لکھا جس کا مثبت جواب ملا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنے اعزہ کی پیش کش کو ترجیح دی' اور فلوریڈا منتقل ہو گئے۔ افسوس پاکستان ان کے اس آخری دور میں ان کی خدمت کی سعادت سے محروم رہا۔ ۲۰۰۲ء کے دسمبر کے تیسرے ہفتے میں ایک صدی (۹۵ سال) اس عالم ناپائیدار میں گزار کر' علم و دعوت کی سینکڑوں شمعیں روشن کر کے اللہ کا یہ بندہ اپنے رب کی طرف مراجعت کر گیا تا کہ عبادالرحمٰن کے ابدی مسکن کو پالے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے' انکی بشری لغزشوں سے صرفِ نظر کرے اور انہیں جنت کی بہترین وادیوں میں جگہ دے۔ ع

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

بقیہ صفحہ نمبر ۹ سے

جس کی بنیاد پر امریکہ کی فضائی برتری پر ہے جس کا مقابلہ آج دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی ہے اس کے خلاف چھوٹے ممالک جنہیں امریکی جارحیت کا خوف ہے' انہوں نے ایٹمی صلاحیت حاصل کر کے امریکہ کی جارحانہ پالیسی کے خلاف مضبوط دیوار (Deterrence) تعمیر کر لی ہے۔ اس کے نتیجے میں ایٹمی ہتھیاروں سے پاک دنیا' (Nuclear non-proliferation Regime) کا پورا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے۔...... طاقت کے نشے میں چور امریکہ اس وقت دہشت گردی ختم کرنے کی آڑ میں تمام ''گستاخ ممالک'' (Rogue States) کو نشان عبرت بنانا چاہتا ہے' لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی اس سینہ زوری میں اس کے اپنے زوال کا راز مضمر ہے۔ سی آئی اے کے سربراہ کی رپورٹ کے مطابق القاعدہ گروپ کم از کم 60 ہزار نفوس پر مشتمل ہے' اور یہ گروہ 70 مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اب تک صرف ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ افراد حراست میں لئے جا چکے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ ابھی تک سائیوں کے تعاقب میں بھٹک رہا ہے' اور ''دہشت گردی'' کے خلاف اس کی مہم ناکام ہو چکی ہے' امریکہ نے دہشتگردی کی کاروائیوں اور آزادی کی جدو جہد کرنے والوں کے درمیان تمیز کرنے کی کوشش نہیں کی۔ امریکہ بھول رہا ہے کہ آزادی کی جدوجہد مظلوم عوام کا حق ہے' جسے دہشتگردی سے تعبیر کرنا سخت ناانصافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ساری صورتحال آپس میں گڈمڈ ہو چکی ہے۔ صرف دھونس اور دھاندلی سے کام نہیں چلے گا۔ (Burke) برک نے ٹھیک ہی تو کہا تھا کہ ''انقلاب صرف وہی افراد نہیں لاتے جو کہ محرومی اور افلاس کا شکار ہوں' انقلاب ان ہاتھوں کی بدولت وقوع پذیر ہوتا ہے جنکے پاس طاقت تو ہوتی ہے مگر اس کے صحیح استعمال کا وہ شعور نہیں رکھتے''

جناب محمد یونس میو
ڈسکہ

جدید اصولِ تحقیق کی تشکیل میں مسلمان محدثین کے کارنامے

(روایات سنن ابنِ ماجہ کے تناظر میں)

قانون سازی میں حدیث کا دوسرا درجہ ہے لیکن بہ اعتبار علم وعمل حدیث نبوی کوئی دوسرے درجہ کی چیز نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی بیسیوں آیات اس امر خاص پر دلالت کرتی ہیں۔

قل اطیعوا الله و الرسول فان تولوا فان الله لایحب الکفرین (۱)

اطیعو الله و الرسول لعلکم ترحمون (۲)

یایها الذین امنوا اطیعو الله و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم (۳)

و اطیعو الله و الرسول ' ان کنتم مومنین (۴) ....

یایها الذین امنوا اطیعوا الله و رسوله و لا تولوا عنه و انتم تسمعون (۵)

یایها الذین امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و لا بتطلوا اعمالکم (۶)

من یطع الرسول فقد اطاع الله (۷)

و من یطیع الله و رسوله ' فقد فاز فوزاً عظیما (۸)

اطیعو الله و رسوله و الله خبیر بما تعلمون (۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان جملہ آیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ''اطاعت'' کا ذکر ہے' اب کچھ ایسی آیات جن میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا تذکرہ ہے۔

و من یعص الله و رسوله ویتعد حدوده یدخله ' ناراً خالداً فیها (۱۰)

و من یعص الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبینا (۱۱)

و من یعص الله و رسوله ' فان له نار جهنم خالدین فیها (۱۲)

و من یشاقق الله و رسوله فان الله شدید العقاب (۱۳)

ان آیات میں لائق توجہ بات یہ ہے کہ اللہ کے بعد اس کے رسول کی نافرمانی مولانا تقی عثمانی صاحب نے اس اسلوب کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب کبھی قرآن میں اللہ کی اطاعت کا ذکر آیا ہے تو اس کے فوراً بعد رسول اللہ کی اطاعت کا حکم بھی آیا ہے۔ پورے قرآن میں کہیں ایک مرتبہ بھی فروگزاشت نہیں ہوا۔ یعنی پورے قرآن میں کوئی ایک آیت ایسی نہیں ہے جس میں اللہ کی اطاعت کا بیان ہو اور اس کے بعد فوراً ہی رسولؐ کی اطاعت کا ذکر نہ ہو (۱۴) اس کے برعکس قرآن ایسی آیات بیان کرتا ہے جن میں رسولؐ کی اطاعت کا بیان ہے لیکن اللہ کی اطاعت کا حوالہ ظاہراً موجود نہیں ہے۔ چند آیات توجہ طلب ہیں۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (۱۵)

یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض (۱۶)

ان آیات میں صرف رسول کی اطاعت اور رسول کی نافرمانی کا ذکر ہے' وجہ اس کی یہ ہے جب رسولؐ اپنی پیغمبرانہ حیثیت میں کوئی حکم دیتا ہے تو دراصل وہ اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے۔ یہ آیت آپؐ کی اس عظیم حیثیت پر دلالت کرتی ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (۱۸)

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۱۹)

اسی طرح ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ میری محبت کی دلیل حضور ﷺ کی اتباع ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم (۲۰)

ایسی آیات کی بنیاد پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب' نے اپنے خطبہ ''تاریخ حدیث شریف'' میں ایک بڑی بات کہہ دی ہے۔ ''قرآنی تصور میں حدیث کوئی کم درجہ کی چیز نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے اس کا درجہ قرآن کے برابر ہی ہے (۲۱) ایک مثال بیان کرنے کے بعد مزید وضاحت کی ہے۔ ''حقیقت میں حدیث اور قرآن ایک ہی چیز ہیں دونوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ (۲۲)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت' رسول کا فرمان اللہ کا فرمان اور قرآن وحدیث بالکل مساوی چیزیں ہیں تو دونوں میں جو فرق ہے اس کا سبب کیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جو بھی ہمیں حکم دیں اس کی حیثیت بالکل وہی ہے۔ جو اللہ کے حکم کی ہے' فرق دونوں میں جو کچھ ہے وہ اس وجہ سے پیدا ہوا ہے' کہ قرآن مجید کی تدوین اور قرآن مجید کا تحفظ ایک طرح سے عمل میں آیا ہے اور حدیث کی تدوین اور حدیث کا تحفظ دوسری طرح سے اس لئے تحقیق اور ثبوت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (۲۳)

قرآن مجید کی حفاظت کے بارے میں تو ارشاد ربانی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (۲۴)

لیکن حدیث کے بارے میں اس طرح کی کوئی آیت قرآن میں موجود نہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ روایات کی چھان بین کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن اس چھان پھٹک سے بھی پہلے ان کی تدوین وجمع کا مرحلہ درپیش تھا لہذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ محدثین کی علمی وتحقیقی کاوشیں یہیں سے شروع ہوتی ہیں۔ ابتداء میں آپؐ نے بعض حضرات کو ضبط حدیث سے منع فرمادیا تھا اور بعض ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے ضبط حدیث کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔ ہر دو طرح کی روایات کی تطبیق کرتے ہوئے محدثین کرام نے فرمایا ہے۔ آپؐ نے جس زمانے میں کتابت حدیث کی مخالفت فرمائی تھی وہ نزول وحی کا ابتدائی زمانہ تھا اگر قرآن مجید کی طرح حدیث کی کتابت کا اہتمام کیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ دونوں کا التباس واقع ہو جاتا۔ جب یہ اندیشہ زائل ہوگا تو آپ نے ضبط حدیث کی اجازت مرحمت فرمادی۔ کتابت اور ضبط حدیث کے ذیل میں حدیث کی قسمیں ہیں۔ ایک سرکاری مراسلے اور دوسرے صحابہؓ کا اپنے طور پر رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کو جمع کرنا۔ سرکاری مراسلات میں 'نجاشی کے نام خط' تمیم داری کا نام پروانہ جاگیر' سراقہ بن مالک کو پروانہ امن' مردم شماری' میثاق مدینہ' آزاد اور خود مختار قبیلوں کے ساتھ معاہدے نامے' ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس بارے میں فرمایا ہے۔

''غرض سرکاری تحریروں کی کثیر تعداد ہے اور اس وقت تک انکی تعداد جو ہم تک پہنچی ہے' کم از کم **400** ہے' چار سو مکتوبات حضورؐ کے پائے جا چکے ہیں۔ جن میں کچھ تبلیغی بھی ہیں مثلاً قیصر وکسریٰ کو دینِ اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ (۲۵)

محدثین کی جمع وتدوین کی خدمات کو عہد رسالت' عہد صحابہؓ دور تابعین اور تبع تابعین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے' ان کے بعد امام مالک بن انس' امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ ہے۔ پھر امام بخاریؒ' مسلمؒ' نسائیؒ' ابن ماجہؒ ابن جوزی' ابن اثیرؒ حافظ ضیاء الدین مقدسی' ابن حجر عسقلانی' سیوطی' ملا علی قاری جیسے ائمہ کا دور آتا ہے۔ اس عہد میں علم حدیث کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت ملی اور بے شمار کتب حدیث تدوین ہوئیں۔ اس عہد کی تصانیف کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں خالص حدیث نبویؐ جن میں صحابہؓ اور تابعین کے فتویٰ کی آمیزش نہ ہو لکھی گئیں۔ (۲۶)

صحاح ستہ کے علاوہ علامہ ابن جوزیؒ کی ''موضوعات'' علامہ عسقلانی ''نخبۃ الفکر'' اور علامہ سیوطی اور ملا علی قاری کی تصانیف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ روایت ہے کہ سیوطی نے فنون حدیث پر ۸۹ کتب تصانیف فرمائیں۔

موطا امام مالک' حدیث کی اولین کتاب ہے۔ امام نے اس کتاب کی ترتیب وتہذیب پر **40** سال صرف کئے اور اس کو مدینہ کے ستر فقہا کے سامنے رکھا سب نے اس کو پسند کیا' یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کا نام ''موطا'' رکھا ہے' اس کتاب کو امام محمد نے روایت کیا ہے اس وجہ سے اس کا دوسرا نام ''موطا امام محمد'' بھی پکارا جاتا ہے۔ مقدمہ میں مولانا عبدالرشید نعمانی نے اس کتاب کی صحت کے بارے میں محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ علامہ یوسف بن عبدالبر قرطبی مالکی کا بیان ہے'' کتاب اللہ کے بعد'' موطا کے مثل کوئی کتاب ہے اور نہ اس سے بڑھ کر'' شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''موطا'' گو صحیحین کی اصل اور جڑ ہے..... صحیح بخاری و مسلم اگرچہ بسط و کثرت احادیث کے لحاظ سے موطا سے دس گنا ہیں لیکن روایت حدیث کا طریقہ، رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ انہوں نے ''موطا'' ہی سے سیکھا ہے (۲۷)

صحابہؓ بلا تحقیق روایت کو قبول کرنے کے عادی نہ تھے یہی وجہ ہے وہ ان کو کسی دور دراز مقام پر بھی کسی ثقہ کے پاس کوئی حدیث ملی تو اس کو حاصل کرنے کے لئے سفر کے دشوار گزار مرحلوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی حضرت جابر بن عبداللہ کے بارے میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک ماہ کی مسافت اختیار کر کے وہ حدیث حاصل کی جو عبداللہ بن انس کے پاس محفوظ تھی اسی طرح کے بے شمار واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں لیکن اسقدر حزم و احتیاط کے باوجود بھی ذخیرہ احادیث کو صاف و شفاف نہیں رکھا جا سکا۔

40ھ تک احادیث کذب و وضع سے بالکل محفوظ اور پاک رہیں۔ لیکن اس دور میں ان سے زیادتی شروع ہوئی اور احادیث کو سیاسی اغراض اور فرقہ وارانہ تفوق کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ عجمی عناصر کی سازشوں کے نتائج حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادتوں کی صورت میں برآمد ہونا شروع ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات سے بھرپور فائدہ اٹھایا' مسلمانوں کے اندر خوارج' شیعہ جیسے فرقوں کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور پھر ہر فرقہ نے اپنی فکری اور سیاسی برتری کے لئے احادیث نبوی کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا۔ یوں وضع حدیث کا عظیم فتنہ پیدا ہوا۔ جو بنو عباس کے زمانے میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ مولانا محمد حنیف ندویؒ نے ''مطالع حدیث'' میں ان ہی وجوہات کی نشاندہی کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ'' زندقہ فارس کی اسلام دشمنی' رنگ و نسل کی عصبیت' بادشاہوں کا تملق اور چاپلوسی کیلئے احادیث وضع کی گئیں اور تو اور بہت سے لوگوں نے جذبہ خیر کے پیش نظر احادیث گھڑیں۔ جن میں فضائل اعمال' فضائل قرآن' آیات و سورہ' فضائل میں مرویات کی ایک تعداد اسی نوع کی موضوعات پر مشتمل ہیں۔

محدثین نے اس فتنہ سے امت کو مامون و محفوظ رکھنے کے لئے عملی و تحقیقی اقدامات کئے اور تنقید حدیث کے لئے ایسے اصول منضبط کئے جن کی بدولت دشمنانِ اسلام کی سازشیں خاک میں مل گئیں۔ روایات کی جانچ پڑتال اور تحقیق کا اصول ایجاد کیا۔ اور ان کے رد و قبول میں نہایت احتیاط سے کام لیا جانے لگا۔ احادیث کی چھان پھٹک کا یہ اصول قرآن حکیم کی اس آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

یایها الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی مافعلتم ندمین (۲۸)

اسی آیت کی بنیاد پر علماء حدیث نے ''جرح و تعدیل'' اور ''اسماء الرجال'' کا عظیم فن ایجاد کیا' مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اسی قاعدے کی بنا پر محدثین نے علم حدیث میں جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا تا کہ ان لوگوں کے حالات کی تحقیق کریں جن کے ذریعے سے بعد کی نسلوں کو نبی ﷺ کی احادیث پہنچتی ہے۔ (۲۹)

چنانچہ حضرات صحابہؓ کی روایت کو سننے کے بعد اس کی تصدیق کرتے اور بیان کردہ حدیث پر شہادت طلب کرتے تھے۔ مولانا اکبر آبادی رقمطراز ہیں۔

''ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ فلاں شخص جس کا انتقال ہو گیا ہے، میرا نواسہ تھا اور میں اسکی نانی ہوں۔ متوفی کی میراث میں سے مجھ کو حصہ دلا دیجئے۔ آپؓ نے فرمایا تیرے متعلق نہ تو کتاب اللہ میں کچھ ہے اور نہ ہی سنت میں ہونے کا مجھے علم ہے۔ لوگوں سے دریافت کروں گا پھر بتاؤں گا۔ آپؓ نے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا ''آنحضرت ﷺ نے میرے سامنے نانی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بولے تمہارا کوئی شاہد بھی ہے؟ محمد بن مسلم نے شہادت دی کہ ہاں میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ خلیفہ اول نے یہ سن کر اس عورت کو بھی سدس دلایا۔'' (۳۰)

حضرت عمرؓ قبول حدیث میں حد درجہ محتاط تھے اور اس سلسلہ میں شہرت کا مقام رکھتے تھے آپؓ کی اسی احتیاط پر اعتبار کرتے ہوئے حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو حدیثیں رائج تھی تم ان کو مضبوط پکڑ لو کیونکہ انہوں نے لوگوں کو رسول اللہ سے احادیث روایت کرنے سے ڈرایا تھا۔ (۳۱)

مولانا اکبر الہ آبادی نے حضرت عمرؓ کے بارے میں ایک واقعہ بھی درج کیا ہے۔

''حضرت عمرؓ نے ایک مسجد کی توسیع کے لئے حضرت عباسؓ سے زمین طلب کی انہوں نے انکار کر دیا اور حدیث بیان کی کہ آپؓ زیادتی نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر گواہ پیش کیجئے ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ حضرت عباسؓ نے انصار کی ایک جماعت سے اس کا ذکر کیا تو حضرت عمرؓ کے سامنے ان لوگوں نے تصدیق کی کہ ہاں یہ حدیث صحیح ہے' خلیفہ دوئم نے یہ سن کر فرمایا ''میں آپ کو نا قابل اعتبار نہیں جانتا لیکن چاہتا تھا کہ تصدیق کر لوں'' (۳۲)

قبول روایت میں کم و بیش تمام صحابہؓ کا ردعمل کچھ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ حضرت بن عباسؓ حرت ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہت محتاط تھے۔ لیکن اولیت کا سہرہ خلیفہ اول کے سر ہے' مولانا اکبر آبادی نے لکھا ہے۔ ''حضرت ابوبکر قبول اخبار میں سب سے پہلے احتیاط کرنے والے ہیں'' (۳۳) یہ احتیاط صرف صحابہؓ تک محدود نہ تھی بلکہ طبقہ تابعین اور تبع تابعین کے محدثین بھی اس ضمن میں حد درجہ محتاط عمل رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک محدث کا واقعہ لکھا ہے۔

''ایک محدث لوگوں کی سفارش پر ایک شخص کے پاس پہنچا جس کے پاس بہت سی احادیث تھیں جب یہ محدث اس کے پاس پہنچا تو یہ شخص اپنے خالی دامن کو سمیٹے اپنے گھوڑے کو بلا رہا تھا۔ محدث نے اس سے پوچھا یہ آپ کیا

کرر ہے ہیں اس نے جواب دیا کہ اپنے گھوڑے کو بلا رہا ہوں۔ شاید میرے خالی دامن میں دانہ سمجھ کر وہ دھوکہ کھا جائے اور میرے پاس آ جائے وہ محدث (محقق) وہیں سے یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ جو شخص جانور کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے تو اس نے حدیثوں میں ضرور فریب کیا ہوگا۔ ایسے آدمی کی روایت درست نہیں ہو سکتی۔ (۳۴)

تحقیق و تدفین کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا' اور محدثین و علماء جرح و تعدیل نے روایات کی جانچ پڑتال' ان کے مذہبی' اصلاحی اخلاقی' عرفی' معاشرتی' منطقی و عقلی اور ادبی معیار کو قرآن اور اسوہ حسنہ کی کسوٹی پر پرکھنے کے اصول و ضوابط منضبط کیے۔ جنہیں جدید تحقیق کی اصطلاح میں علم حدیث کی سائنس کہا جاتا ہے۔ (۳۵) علماء اصول حدیث نے ان اصولوں کو ''اصول روایت'' اور اصول درایت'' کہا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی مقدمہ ''سیرت النبیؐ'' میں ''اصول روایت'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جو واقعہ بیان کیا اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا۔ اور اگر شریک نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام ترتیب سے بتایا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو شخص سلسلہ روایت میں آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ تھے؟ سطحی الذھن تھے یا دقیق بین؟ عالم تھے یا جاہل تھے؟ (۳۶)

یہ جملہ سوالات راویوں کی چھان بین سے متعلق ہیں۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ جب تک راوی کے ضبط اور اس کی عدالت کا صحیح علم نہ ہو اس سے روایت کردہ احادیث کی صحت کے بارے میں قطعی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا اور راوی کے ضبط اور عدالت کو معلوم کرنے کے لئے راوی کے مفصل حالات کا پتہ لگانا اشد ضروری ہے۔

مثلاً چند امور یہ کہ راوی کے ساتھ اس کی کنیت کا بھی علم ہونا چاہیے' ایسے راوی کا پہچاننا ضروری ہے جس کا نام اور کنیت متحد ہوں' راوی کے لقب یا کنیت کی تحقیق' راوی مولیٰ ہو' اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ہو' اسکی بھی تحقیق ضروری ہے راوی کے بارے میں یہ امر بھی قابل توجہ ہوتا ہے کہ حدیث کا سماع کرنے اور اسکو ادا کرنے کی قابلیت کتنے عمر میں ہوئی۔ (۳۷)

صحت و اسناد وغیرہ کی بنیاد پر محدثین نے احادیث کو چار بڑی بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ صحیح' حسن' ضعیف اور موضوع۔ علماء جرح و تعدیل نے ان احادیث کی پہچان کے لئے الگ الگ اصول اور ٹسٹ مقرر کئے ہیں۔ مثلاً صحیح اور حسن احادیث کے کم از کم چار معیارات کا ہونا ضروری ذکر کیا جاتا ہے۔ راویوں کی عدالت' دیانت' راست بازی' اور حافظہ وغیرہ کی چھان بین۔ دوسرا ''اتصال سند'' یعنی سندِ راوی مسلسل اور حضورؐ تک متصل ہو۔ تیسرے روایت کی سند اور متن کا اسی معاملہ کی دوسری روایتوں یا طرق کے ساتھ موازنہ اور چوتھے یہ کہ سند حدیث اور متن حدیث کا اسی موضوع پر دستیاب دوسرے مواد کی روشنی میں تجزیہ اور اس کا یقین کہ سند اور متن میں کوئی علت (نقص) نہیں ہے۔ (۳۸)

اصول روایت میں راوی کی عدالت اور اتصال سند کی تصدیق پر بھی زیادہ زور دیا جاتا ہے لیکن ان دونوں کے

بارے میں اطمینان کر لینے کے بعد بھی یہ ضروری نہیں ہوتا کہ روایت قابل اعتبار ہو بلکہ امر واقع کو اصول روایت کے ساتھ ساتھ ''اصول ورایت'' پر بھی پورا اترنا پڑتا ہے۔ درایت میں اس بات سے بحث ہوتی ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جارہا ہے وہ عقلی شہادت کے مطابق بھی ہے یا نہیں' کیا حالات' واقعات' آثار وقرائن' اس واقعہ کی تائید کرتے ہیں؟ اور کیا وہ زمانے کے عرف اور تقاضوں سے بھی کوئی مناسبت رکھتا ہے یا نہیں؟

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح اصول روایت کی بنیاد قرآن کی آیت پر استوار ہے اسی طرح ''درایت'' کی بنیاد بھی قرآن پر رکھی جائے گی۔ حضرت عائشہؓ پر بعض منافقوں نے تہمت لگائی اور اس کا چرچا اس زور وشور سے کیا کہ بعض مسلمان بھی مذبذب ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولولا اذ سمعتوہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم (۳۹)

اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اس بے بنیاد خبر کو سننے کے بعد تمہیں اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ انتہائی نامعقول بات ہونے کے باعث درایۃً بالکل ساقط الاعتبار تھی۔ اس طرز تحقیق یعنی من درایت کیا ابتداء صحابہؓ کے عہد میں ہو چکی تھی اور جید محدثین صحابہؓ اس فن تحقیق کا ماہرانہ استعمال بھی کرتے تھے۔ مثلاً ترمذی باب الوضو کی روایت ہے

فقہا میں بعض صحابہؓ اس بات کے قائل ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے جب اس مسئلہ کو آنحضرتؐ کی طرف منسوب کیا تو عبداللہ بن عباسؓ نے کہا اگر یہ صحیح ہو تو اس پانی پینے سے وضو ٹوٹ جائے گا جو آگ پر گرم کیا گیا ہو۔''(۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ کو ضعیف الروایت نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت' درایت کے اصولوں پر پوری نہیں اترتی اس لئے انہوں نے تسلیم نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ سمجھنے میں غلطی ہوگی۔ مولانا شبلی نے علامہ ابن جوزی کے حوالہ سے درایت کے اصولوں پر مبنی ایک طویل اقتباس کیا ہے اور نکات کی شکل میں اس کا خلاصہ بھی بیان کیا ہے' یہ چند علتیں ہیں جن کے قیام کی صورت میں روایت قابل قبول نہ ہوگی۔ اور اس کے متعلق اس تحقیق کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔ مثلاً یہ کہ جو روایت عقل کے خلاف ہو' اصول مسلمہ کے خلاف ہو' محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو' قرآن مجید' حدیث متواتر اور اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو' جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی وعید ہو' معمولی کام پر بڑے انعام کا وعدہ ہوا۔ حدیث رکیک المعانی ہو مثلاً کدو کو بغیر ذبح کئے نہ کھاؤ''

نیز وہ روایت جس کے راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرتا ہو جس سے کسی اور نے نہ کی اور یہ راوی اس سے ملا نہ ہو' کوئی ایسی روایت جس میں قابل اعتناء واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع میں آتا تو سینکڑوں آدمی اس کو روایت کرتے' باوجود اس کے صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی' ایسی روایات جو واقعہ کے خلاف ہوں' مثلاً دھوپ

میں رکھے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ایسی روایت جو انبیاء کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو' مثلاً یہ حدیث کہ تین چیزیں نظر کو ترقی دیتی ہیں سبزہ زار' آب رواں' خوبصورت چہرہ دیکھنا۔وہ حدیثیں جن میں آئندہ واقعات کی پیش گوئی بقید تاریخ مذکور ہوئی ہے۔مثلاً یہ کہ فلاں سن اور فلاں تاریخ میں یہ واقعہ پیش آئے گا۔وہ حدیثیں جو طبیب کے کلام سے مشابہ ہوں مثلاً ہریسہ کھانے سے قوت آتی ہے' مسلمان شیرین ہوتا ہے اور شیرینی پسند کرتا ہے' وہ حدیث جس کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہوں مثلاً عوج بن عنق کا قد تین ہزار گز کا تھا۔ایسی روایات جو صریح قرآن کے خلاف ہوں مثلاً دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے۔کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ہر شخص بتادے گا کہ قیامت آنے میں اس قدر دیر ہے۔حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔وہ روایات جو حضرت خضر علیہ السلام سے متعلق ہیں' درست نہیں ہیں۔

موضوع روایات اور راوی کی چند اور علامات اور پہچانات ملاحظہ ہوں ان امور کا بیان اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ چند روایات پر ان کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

راوی لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے کوئی محال بات بیان کرے۔مثلاً چاول اگر انسان ہوتا تو نہایت بردبار ہوتا' مختلف پھولوں کی فضیلت مثلاً گلاب حضورؐ کے پسینے سے پیدا ہوا۔حالانکہ گلاب کا وجود حضورؐ سے قبل بھی تھا' بیری کے درخت سے متعلق روایات نبی کریم ﷺ کے حمام میں نہانے یا نورہ لگانے کا بیان ہو' ایسی روایات جن میں مکہ اور مدینہ کے علاوہ کسی اور شہر کی فضیلت ہو مثلاً قزدین' عسقلان' قیروان وغیرہ اس قسم کی موضوعات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ابن ماجہ کی چند روایات کا تجزیہ (اسماء الرجال) آیا چاہتا ہے۔ایسی روایات جن میں کسی زیارت گاہ یا مقبرہ کا بیان ہو' جن میں دنوں کی نحوست کا بیان ہو۔جیسے منگل یا بدھ منحوس ہے وغیرہ وغیرہ۔جنات سے جنگ کا ذکر جیسے کہ بعض حضرات حضرت علیؓ کے فضائل میں بیان کرتے ہیں: قیامت کے روز سادات یا کسی خاندان کے مغفرت کا ذکر ہو اس طرح وہ روایات جن میں سب سے پہلے حضور ﷺ کے پیدا کئے جانے' یا عقل کے پیدا کئے جانے' یا نور الٰہی سے کسی انسان کی تخلیق کا ذکر وغیرہ یہ روایات قرآن مجید کی تعلیمات' عقیدہ' توحید کے خلاف ہیں۔اس لئے ان سے اعتناء نہیں کیا جاسکتا۔اس نوع کے سینکڑوں روایات ہیں جن کو قبول عام کا درجہ حاصل ہو چکا ہے لیکن درایتاً یہ احادیث قابل قبول نہیں ہوسکتیں چنانچہ محدثین نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے اور شب و روز محنت شاقہ سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا ہے۔مولانا شبلی محدثین کی انہی خدمات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کردیں ایک ایک شہر میں گئے' راویوں سے ملے' ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں' جو لوگ ان کے زمانے میں موجود نہیں تھے۔ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کئے' ان کی تحقیقات کے ذریعے......اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن تیار ہوگیا۔جس کی بدولت آج

کم از کم لاکھوں شخصوں کے حالات معلوم ہو سکے' ایک اندازے کے مطابق ایسے لوگوں کی تعداد ۵۰ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے' محدثین نے حالات کے بہم پہنچانے میں کسی شخص کے رتبے اور حیثیت کی پرواہ نہ کی۔ بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے مقتداؤں تک کے اخلاقی سراغ رسانی کی۔ اور ایک ایک کی پردہ دری کی۔ اس سلسلے میں سینکڑوں تصنیفات تیار ہوئیں۔ (۴۰ a)

آج ہم یورپ کی تحقیقات اور ان کے حوالوں کے ذریعے اپنی کاوشوں کو معتبر بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جملہ فلسفیانہ اور سائنسی علوم کی طرح اہل یورپ اصول تحقیق میں بھی مسلمانوں سے بہت پیچھے تھے' تحقیق کی آج جن جدید اصولوں کا شہرہ ہے وہ مسلمان محدثین و محققین کی علمی و تحقیقی کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ مولانا شبلی ''الفاروق میں لکھتے ہیں۔

''اس امر پر مسلمان بے شبہ فخر کر سکتے ہیں کہ روایت کے فن کے ساتھ انہوں نے جس قدر اعتناء کیا کسی قوم نے کبھی نہیں کیا تھا' انہوں نے ہر قسم کی روایتوں میں مسلسل سند کی جستجو کی اور راویوں کے حالات اس تفحص اور تلاش سے بہم پہنچائے کہ اس کو ایک مستقل فن بنا دیا جو فن رجال کے نام سے مشہور ہے۔ یہ توجہ اور اہتمام اگرچہ اصل میں احادیث نبویؐ کے لئے شروع ہوا تھا لیکن فن تاریخ بھی اس فیض سے محروم نہ رہا۔ طبری' فتوح البلدان' طبقات ابن سعد وغیرہ میں تمام واقعات بند متصل مذکور ہیں۔ یورپ نے فن تاریخ کو آج کمال کے درجہ پر پہنچا دیا لیکن اس خاص امر میں وہ مسلمان مورخوں سے بہت پیچھے ہیں ان کو واقعہ نگار کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ جرح و تعدیل کے نام سے بھی آشنا نہیں۔ (۴۰ b)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محدثین کرام ان اصولوں کو روایات و احادیث کی جرح و تعدیل کیلئے کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ روایات و احادیث کی جرح و تعدیل کے لئے کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ روایات جو قرآن مجید' حدیث متواتر یا اتباع امت کے خلاف ہو یا جس میں حضور ﷺ کے سب سے پہلے پیدا ہونے کی خبر ہو' قابل اعتناء نہ ہوں گی۔ آیئے اب اس اصول کی روشنی میں مستدرک حاکم کی ایک راویت کا جائزہ لیں۔

''حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ سے خطا سرزد ہوئی۔ تو انہوں نے کہا ''اے خدا میں تو محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دے۔ خدا نے کہا' تم نے محمد ﷺ کو کیونکر جانا؟ حضرت آدمؑ نے کہا کہ میں نے سر اٹھا کر عرش کے پایوں پر نظر ڈالی تو یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اس سے میں نے قیاس کیا کہ تو نے اپنے کے ساتھ جس شخص کا نام ملایا ہے وہ ضرور تجھ کو محبوب ترین خلق ہوگا۔ خدا نے کہا ''آدمؑ تم نے صحیح کہا کہ محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا ہی نہ کرتا۔'' (۴۱) حاکم نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے

کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۴۲)

اس حدیث کو مولانا زکریاؒ نے بھی اپنی مشہور کتاب ''فضائل اعمال'' (تبلیغی نصاب) میں نقل کیا ہے کہ آپ نے اس متن پر جرح کی ہے۔ نیز ملا علی قاری کا ایک قول بھی الموضوعات سے نقل کیا ہے۔ (۴۳)

اس حدیث سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ محمدؐ آدمؑ سے پہلے پیدا ہوئے۔ نیز یہ کہ حضرت آدمؑ نے اپنی لغزش کی معافی کے لئے آنحضرت ﷺ کا وسیلہ اور واسطہ اختیار کیا۔ اور اسی وجہ سے اللہ نے آپؑ کو معاف کیا۔ دونوں باتیں درایتاً درست معلوم نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ہر دو قرآن مجید کی آیات سے متصادم نظر آتی ہیں۔ خلاف روایت قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت آدمؑ ہی دنیا کے پہلے انسان تھے اور نبی بھی۔ دیکھئے آیت حسب ذیل

و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (۴۴)

اسی طرح حضرت آدمؑ نے حضورؐ کے وسیلہ و واسطہ سے دعا نہیں کی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے الفاظ معافی آپ کو القاء فرما دیئے جیسا کہ آیت کریمہ میں مذکور ہے۔

فتلقی آدم من ربہ کلمت فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم۔ (۴۵)

سورۃ اعراف میں وہ الفاظ دعائے آدم کے طور پر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیئے گے۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین (۴۶)

اب ان آیات کی روشنی میں روایت مستدرک حاکم کا درجہ اور حیثیت کے یقین میں آسانی ہو جاتی ہے۔ محدثین نے ہر ہر راوی پر الگ الگ بحث کی ہے اس کے بعد بات یہیں پر تمام نہیں ہو جاتی رواۃ کے بعد متن حدیث پر بھی جرح ہوئی ہے۔ اس کے بعد کسی روایت کے بارے میں حتمی رائے دی جاتی ہے۔

ذیل میں ''ابن ماجہ'' اور تفسیر ''ابن کثیر'' سے کچھ روایات پر روایت اور درایت کے آئینہ میں بحث کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد یہ امر مزید واضح ہو جائے گا کہ جدید اصول تحقیق کی تشکیل میں محدثین کرام کا کس قدر حصہ ہے۔

یہاں جن روایات کو لیا جارہا ہے ان کے جملہ راوی اور متن کو محولہ بالا کتب سے بحوالہ نقل کیا جائے گا۔ بعد ازاں تمام راویوں پر باری باری ''کتب رجال'' کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی اور اس کے بعد متن کو درایتاً کھولا جائے گا۔ اور آخر میں حدیث کے بارے میں محدثین کا فیصلہ بیان کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو ابن ماجہ کی پہلی روایت

۱۔ حدثنا سھل بن ابی سھل، و محمد بن اسماعیل قالا: ثنا عبد السلام بن صالح ابو الصلت الھروی، ثنا علی بن موسیٰ الرضا، عن أبیہ جعفر بن محمد، عن أبیہ، عن علی بن الحسین، عن أبیہ، عن علی بن ابی

طالب' قال: قال رسول الله ﷺ ' (الایمان معرفة بالقلب و قول باللسان و عمل بالارکان)قال ابو الصلت : لو قری هذا الاسناد علی مجنون لبرا.(۴۷)

اس حدیث کے اکثر راوی اہل بیت ہیں اس کی سند ایسے چلتی ہے۔

امام ابن ماجہ کے استاد سہیل بن سہل اور محمد بن اسماعیل ہیں۔ آگے ان دونوں کے استاد عبدالسلام بن صالح ابوالصلت هروی ہیں۔ ان کے بعد اگلے سارے راویوں کا تعلق اہل بیت سے ہے۔ چنانچہ ابوالصلت نے یہ روایت ''علی بن موسیٰ'' کے حوالہ سے بیان کی ہے۔ جو اپنے باپ موسیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت جعفر بن محمد کے حوالہ سے روایت کی ہے۔ جو اپنے والد گرامی امام محمد باقر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت اپنے والد گرامی علی بن حسین المشہور امام زین العابدین کے واسطے سے بیان کی ہے۔ اور انہوں نے اس حدیث کو اپنے والد گرامی اور صحابی رسول حضرت امام حسینؓ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے والد امیر المومنین حضرت علیؓ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔(۴۸)

اس روایت کے پہلے تین راوی سہل بن سہل' محمد بن اسماعیل اور عبدالسلام بن صالح ابوالصلت الهروی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اول الذکر دونوں اصحاب ابن ماجہ کے استاد ہیں اور یہی حضرات تیسری راوی یعنی ابوالصلت هروی کے شاگرد بھی ہیں۔ گویا یہ امام ابن ماجہ کے استادوں کے استاد ہیں۔ اور یہ اس اسناد کا اہم ترین حصہ بھی ''سہل بن سہل'' کے بارے میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے:

''حدث عن سعید بن مستان ' فیه جهالة ' انه مجهول '(۴۹) ابوحاتم نے آپ کا ذکر ''صادقین'' میں کیا ہے۔ ابن حبان نے بھی آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔(۵۰) اس حدیث کی سند میں جس راوی پر سخت جرح ہوئی ہے اور ائمہ جرح وتعدیل نے جس کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع تک کہہ دیا ہے وہ ہے''ابوالصلت الهروی'' علامہ ذہبی نے ابوحاتم کے حوالہ سے ''صدوق'' لکھا ہے' العقیلی'' نے رافضی خبیث'' کہا ہے دارالقطنی نے بھی ان کے لئے یہی الفاظ استعمال کئے ہیں' نیز ان پر غلط بیانی اور کذب کا الزام عائد کیا ہے۔ ابن عدی نے بھی متہم کہا ہے۔ امام نسائی' نے لیس بثقہ'' یعنی نا قابل بھروسہ قرار دیا ہے۔(۵۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اگر چہ ان کو''صدوق'' لکھا ہے۔ لیکن آپ کی رائے میں''مناکیر'' روایت کرتے ہیں' نیز المعقیلی کے حوالہ سے کذاب لکھا ہے اور آپ کے تشیع کا ذکر بھی کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے''تقریب'' میں ان کے بارے لکھا ہے۔

''عبد السلام بن صالح بن سلیمان ابو الصلت الهروی ' مولیٰ قریش' نزل نیشا پور ' صدوق له' مناکر' و کان شیع و افرط' العقیلی نقال کذاب (۵۲)

ابن حجر نے ہی ''تہذیب'' میں ان کے حالات پر دو صفحات میں کلام کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

''آپ کا مسکن نیشاپور تھا' طلب حدیث میں آپ مختلف شہر پھرے' آپ علی بن موسیٰ رضا کے خادم تھے' ابن حجر نے آپ کی ثقاہت اور زہد کا ذکر کیا ہے۔ ابو عبداللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ منا کر روایت کرتے ہیں ابن حجر نے آپ کے شیعہ ہونے کا ذکر بھی کیا اور اسی پس منظر میں انا مدینۃ العلم' (۵۳) والی حدیث کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ (۵۴)

''رجال الکشی'' شیعوں کی معتبر کتاب ہے' ''ابو عمر کشی'' کی تصنیف ہے وہ خود بھی شیعہ ہیں' وہ لکھتے ہیں کہ ابو الصلت حدیثیں نقل کیا کرتا تھا اس پر کذب کا الزام نہ تھا لیکن تھا وہ شیعہ۔ (۵۵) علامہ کشی نے مزید لکھا ہے کہ

ان الصلت الهروی ثقه مامون علی الحدیث الا انه یحب ال رسول الله و کان دینه و مذهبه حب آل محمد صلوات الله علیهم و علی ابی الصلت رحمة الله (۵۶)

یعنی ابو الصلت پر رحم کرے وہ تھا تو شیعہ ثقہ لیکن آل رسول کی محبت میں متشدد تھا اور اس کا دین و مذہب آل رسول کی محبت تھی' مولانا وحید الزمان (مترجم صحاح ستہ) نے بھی میزان الاعتدال فی نقد الرجال' تقریب اور التہذیب وغیرہ سے یہی بحث نقل کی ہے۔ (۵۷)

اس روایت کے اگلا راوی علی بن موسیٰ الرضا ہیں ''آپ صدوق'' ہیں آپ کا شمار صاحب علم و فضل میں ہوتا ہے نسل کے اعتبار سے بھی افضل ہیں لیکن ان کی روایات میں خلل کا اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ (۵۸)

بعض ائمہ الرجال نے آپ کو ''مطعون'' اور بعض نے ''متروک'' کہا ہے۔ (۵۹)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس سند میں سب سے زیادہ جرح ابو الصلت الهروی پر ہوئی ہے۔ اس بحث سے یہ امر محقق ہوتا ہے کہ راوی زیر بحث اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے ہاں کذاب' متروک' متہم بالکذب قرار پایا ہے۔ تاہم ابو حاتم وغیرہ نے صدوق بھی کہا ہے' ابن عدی' دار القطنی' العقیلی اور امام نسائی نے آپ کو خبیث رافضی قرار دیا ہے' گویا اس راوی پر دو طرح جرح ہوئی ہے۔ ایک اس کے کذب کے حوالہ سے اور دوسرے اس کے مذہب کے حوالہ سے' ایک تو یہ آئمہ کے معیار راست گوئی پر پورا نہیں اترتا اس پر مستزاد یہ کہ وہ سب کے نزدیک ''غالی شیعی'' ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے' کہ آئمہ جرح و تعدیل کے ہاں شیعی ہونا کوئی عیب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ محض شیعہ ہونا تو شاید عیب نہ ہو لیکن عقیدت میں غلو کسی رنگ میں قابل قبول نہیں ہوتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ فتنہ وضع حدیث کے محرکات میں ایک ''عقیدت'' بے اعتدال بھی تھی۔ اسی کے زیر اثر اہل تشیع نے اپنے مذہب کی تائید میں بکثرت احادیث وضع کیں اور ان کو حضرت علیؓ اور اہل بیت سے منسوب کر دیا۔ (۶۰) فضائل اشخاص میں سب سے پہلے شیعی حلقوں نے حضرت علیؓ کے مناقب میں اس قدر احادیث وضع کیں' (۶۱) کہ محدثین و مفسرین حضرت علیؓ کی روایات کے بارے میں بہت محتاط نظر آنے لگے۔ (۶۲) یہی وجہ ہے کہ آئمہ و جرح و تعدیل نے جب کسی روایت میں کسی غالی شیعی کا سراغ لگایا تو دو

حدیث ان کے نزدیک غیر معتبر قرار پائی ہے۔ زیر بحث حدیث کا متن بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راوی کے اپنے وضع کردہ الفاظ ہیں "لو قری هذا الاسناد علی مجنون لبیرأ" یعنی یہ اسناد امام علی بن موسیٰ سے حضرت علی بن ابی طالب تک اگر مجنون پر پڑھی جائے تو وہ اچھا ہو جائے۔ روایت ومتن کا یہ ٹکڑا محل نظر ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیث نہیں ہے۔ متن حدیث میں یہ اپنی نوعیت کی نئی چیز آئی ہے۔ چنانچہ راوی ابو الصلت ہروی کے مذکورہ دعویٰ کی بنا پر یہ روایت متکلم فیہ بن گئی ہے بعض ائمہ جرح نے اس راوی کو کذاب کہا ہے اور بعض نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔(۶۳)

سنن ابن ماجہ میں اس روایت کے ذیل میں یہ صراحت بھی اس جرح کی تائید کرتی ہے۔

فی الزوائد: اسناد هذا الحدیث ضعیف لاتفاقهم علی ضعف ابی الصلت الهروی (راوی)(۶۴)

بہرحال مذکورہ بالا بحث اور محولہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں اس روایت کو ثقہ نہیں کہا جا سکتا' روایت ودرایت کے معیار پر رواۃ ومتن حدیث پورے نہیں اترتے۔ آئمہ جرح وتعدیل کے یہاں یہ حدیث مجروح اور موضوع تصور کی جاتی ہے۔ خاص طور پر متن کا وہ ٹکڑا فضائل اہلبیت پر دلالت کرتا ہے۔ ابن ماجہ سے دوسری روایت باب "ذکر دیلم وفضل قزوین" سے منتخب کی گئی ہے۔ اس حدیث میں دیلم پہاڑ (۶۵) کا ذکر ہے اس باب کی دوسری اور آخری روایت فضیلت قزوین سے ہے جس پر محدثین نے سخت جرح کی ہے اور اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ یہاں ان روایات کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ محدثین کرام نے حدیث کے بارے میں کس قدر احتیاط اور تحقیق سے کام لیا ہے اور آج جو ذخیرہ حدیث ہمارے پاس موجود ہے وہ اس قابل ہے کہ اس سے بلاتردد استناد کیا جا سکتا ہے۔ باب مذکورہ بالا سے روایات کے متون اور ان پر "رجال" بحث ملاحظہ ہے۔

۲۔ حدثنا محمد بن یحییٰ ثنا ابو داؤد و حدثنا محمد بن عبد الملک الواسطی ثنا یزید بن هرون وحدثنا علی بن المنذر' ثنا اسحق بن مصنور' کلهم من قیس' عن أبی حصن' عن أبی صالح' عن أبی هریرة' قال: قال رسول الله ﷺ (لولم یسبق من الدنیا الایوم' تطوله الله عزو جل حتی یملک رجل من اهل بیتی' یملک جبل الایلم و القسطنطنیة (۶۶)

اس اسناد میں "قیس بن اربیع مرجوح ہے' قیس کے علاوہ اکثر رواۃ کو ثقہ کہا گیا ہے۔ لیکن محل نظر ہے' یہ امر کے "ثقات" ایک مجروح راوی سے روایت کیوں کرتے ہیں' اور اگر کریں گے تو ان کی روایت کو ارباب فکر ونظر کس طرح دیکھیں گے' دوسری بات جس کو محدثین نے توجہ کے قابل سمجھا ہے وہ ان رواۃ کا "شیعی" ہونا ہے "قیس بن ربیع" یہ

بحث بعد میں آتی ہے ان کے راویوں پر جرح ملاحظہ ہو۔

روایت کے دوسرے قابل ذکر راوی محمد بن الملک' یزید بن ہارون اور علی بن منذر ہیں' اول الذکر صاحب ''محمد بن عبدالملک الواسطی الکبیر'' ہیں' محدث ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے' ابن حجر نے ''تقریب التھذیب'' میں ان کو مقبول قرار دیا ہے'(۶۷) البتہ آپ نے اپنی دوسری کتاب ''التھذیب'' میں ان کی تدلیس کا تذکرہ کیا ہے۔ "قافلہ کان مدلسا (۶۸) محمد بن عبدالملک یزید بن ہارون سے روایت کرتے ہیں کہ ابن حجر نے آپ کو ثقہ' متقن عابد لکھا ہے' فرماتے ہیں"یزید بن ہارون بن زاوان السلمی مولھم ابو خالد الواسطی ثقہ متقن عابد" (۶۹) ابن حجر فرماتے ہیں کہ آپ نے محدثین کی کثیر تعداد سے روایت کی ہے نیز ان سے بھی کثیر تعداد میں محدثین نے روایت کی ہے اور آپ نے ابوطالب کے حوالہ سے لکھا ہے۔ ''وہ حافظ الحدیث تھے اور صحیح حدیثیں بیان کرتے تھے۔ (۷۰) ابن مدائن سے روایت ہے کہ وہ ثقات میں سے تھے "ھو من الثقات" العجلی کا بیان ہے کہ وہ حدیث میں قائم رہنے والے تھے "ثقہ ثبت فی الحدیث" علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''تھذیب'' میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ یہیں پہ یحیٰ بن معین کا یہ قول بھی ہے کہ وہ اصحاب الحدیث سے تدلیس کا مرتکب ہوئے۔"یزید یدلس من اصحاب الحدیث (۷۱) صاحب مشکوۃ فرماتے ہیں کہ یہ تابعی ہیں' حدیث کے زبردست عالم' حافظ' ثقہ' زاہد اور عابد تھے (۷۲) یزید بن ہارون' علی بن منذر سے روایت کرتے ہیں' ان کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں کہا ہے کہ یہ صدوق ہیں' ملاحظہ ہوں آپ کے "علی بن منذر الطریقی صدوق یتشیع من العاشرہ مات سہ ست وخمیس (۷۳) علامہ ذہبی نے ابی حاتم کے حوالہ سے صادق اور ثقہ بتایا ہے جبکہ امام نسائی کے نزدیک یہ محض شیعی ہیں لیکن ثقہ بھی ہیں' فرماتے ہیں کہ ''قال ابن ابی حاتم "صدوق ثقہ" وقال النسائی شیعی محض' ثقہ (۷۴) علامہ عسقلانی نے بھی تھذیب میں ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے بھی ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے' یہاں بھی امام نسائی کا قول ملتا ہے جن کے نزدیک یہ شیعہ محض لیکن ثقہ تھے۔ (۷۵) یہ جملہ رواۃ ''قیس'' سے روایت کرتے ہیں ''کلیم عن قیس'' یہ قیس بن الربیع الاسدی الکوفی ہیں۔ ان کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کی آراء ملاحظہ ہوں۔

وقال ابو حاتم محلہ الصدق' ولیس بقوی' وقال یحیٰ ضعیف' وقال مرۃ" لایکتب حدیثہ" وکان کثیر الخطاء ولہ احادیث المنکرۃ' وقال النسائی متروک' وقال دار القطنی ضعیف (۷۶)

علامہ ذہبی کے علاوہ اکثر آئمہ کے ہاں یہ روایت میں پختہ نہیں ہیں' بلکہ متروک ہیں' ضعیف اور کثیر الخطاء ہیں۔ مناکر روایت کرتے ہیں۔ صرف ابوحاتم نے آپ کی سچائی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ضعف کا پہلو ان کی نظر سے بھی اوجھل

نہیں ہونے پایا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی تحقیقات بھی اس جرح کی تائید کرتی ہوئی نظر آتی ہیں آپ نے لکھا ہے کہ ''ابن سعید نے اور دار قطنی نے ان کو کثیر الخطاء اور ضعیف کہا ہے البتہ عثمان بن ابی شیبہ نے آپ کو صدوقاً کہا ہے (۷۷) قیس بن الربیع کے بارے میں امام ابن ماجہ کی جرح بھی قابل توجہ ہے' فرماتے ہیں۔ ''احمد بن حنبل اور ابن المدائن وغیرہ کے ہاں یہ ضعیف ہیں' ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہیں۔ محلّہ الصدق' العجلی نے کہا کہ وہ حدیث میں معروف اور سچے تھے۔ ابن عدی کا قول ہے وہ ان کی روایات درست ہیں اور ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۷۸) قیس بن الربیع اکثر ائمہ کے نزدیک مجروح ہیں اور ثقہ قرار پاتے ہیں۔

رواۃ حدیث کے بعد متن حدیث پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیے۔ متن حدیث کا تعلق عقائد سے ہے نہ عبادات سے اس میں نہ معاشرت کا تذکرہ ہے نہ معاملات کا' البتہ دیلم اور قسطنطنیۃ کے حوالہ سے فضائل اہلبیت کا تذکرہ ضرور ہوا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فضائل میں ضعف کا تحمل قرار پاتا ہے تب بھی یہ بات لائق توجہ ہے کہ فضائل کا اصل مقصد اعمال کی تحریک دینا ہوتا ہے جبکہ اس متن میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ صحاح ستہ کے دیگر مصنفین نے شاید اسی لئے اس روایت سے اجتناب کیا ہو۔

۳۔ حدثنا اسماعیل بن اسد: ثنا داؤد بن المحبر' انبانا الربیع بن صحیح عن یزید بن أبان' عن أنس بن مالک: قال' قال رسول اللہ ﷺ (تفتح علیکم الافاق' ویتفسح علیکم' مدینه یقال قزوین' من رابط فیها أربعین یوماً أربعین لیلة' کان له' فی الجنة عمود من ذهب' علیه زبرجدة خضراء علها قبة من یاقوته حمرا' لها سبعون الف مصراع من ذهب علی کل مصراع زدبة من الحور العین (۷۹)

یہ وہ روایت ہے جس کی وجہ سے ابن ماجہ پر جرح ہوئی ہے اور ان کی یہ جلیل القدر کتاب صحاح ستہ میں فروتر قرار پائی ہے' آئمہ جرح والتعدیل نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ یہ روایت زوائد ابن ماجہ سے ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے راوی داؤد بن المجر' الربیع بن صبیح اور یزید بن ابان وغیرہ مسلسل ضعف کا شکار ہیں' ابن جوزی نے اس کو ''الموضوعات'' میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ علامہ سیوطی نے ابن جوزی کے حوالہ سے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا وضاع داؤد بن المجر ہے' آپ ہی نے ''الربیع'' کو ضعیف اور یزید کو متروک کیا ہے۔ (۸۲) علامہ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں داؤد بن المجر کو متروک لکھا ہے (۸۱) علاوہ ازیں ابو زرعہ' ابو حاتم' النسائی' صالح بن محمد نے ان کو ضعیف اور غیر ثقہ کہا ہے۔ جبکہ دار قطنی نے ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے۔ (۸۲) داؤد بن المجر نے ''الربیع بن صبیح البصری'' سے روایت کیا ہے کہ ان کے

بارے میں علامہ ذہبی نے یہ رائے دی ہے۔

الربیع بن صبیح البصری، عن الحسن، مجاهد و عنه بین مهدی، و آدم، علی بن الجعد کان القسطان لایرضاه، وقال الشافعی: کان رجلا غزا. وقال أبو الولید: کان لا یدلس، ماتکمل أحد فیه الا و الربیع فوقه، وقال احمد وغیره لا بأس به وقال ابن المدائنی، وعندنا صالح، ولیس بالقوی، وقال ابن معین و النسائی ضعیف وقال شعبة، هو من سادات بالمسلمین (۸۴)

علامہ عسقلانی نے تقریب میں لکھا ہے ''کان عابدا مجاهدا قال الرامهز رے هو اول من ضعف الکتب بالبقرہ من السابعة (۸۵) جبکہ تہذیب میں ابن حجر کی رپورٹ یہ ہے:

''یہ بنی سعد کے مولی ہیں، ابن سعید اور امام نسائی نے ضعیف اور ابو زرعہ نے صالح صدوق کہا ہے اسی طرح ابو حاتم نے صالح اور مبارک کہا ہے۔ مسلم بن ابراہیم نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ ''الربیع من سادات المسلمین''، یعنی ربیع مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ (۸۶) اس روایت کے اگلے راوی ''یزید بن أبان الرقاشی البصری'' ہیں، علامہ ذہبی نے آئمہ جرح کے حوالہ سے یزید کو متروک، ضعیف، منکر الحدیث اور روایت میں ناپختہ کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ''میزان الاعتدال'' کی جرح:

"قال ابن معین: هو خیر من أبان ابن ابی عیاش، وقال النسائی وغیره "متروک" وقال دار القطنی وغیره "ضعیف" وقال احمد کان یزید "منکر الحدیث" وقال ابن الدوراقی من ابن معین فی حدیثه، ضعف، وقال الفأس حدثنا عبد الرحمان عن الربیع بن صبیح عنه ولیس بقوی (۸۷)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں ضعیف لکھا ہے۔ (۸۸) ابن سعید، معاویہ بن صالح، ابن معین، برقانی اور دارالقطنی نے ان کو ضعیف لکھا ہے۔ (۸۹) جبکہ امام نسائی، امام حاکم، اور احمد بن حنبل نے متروک کہا ہے۔ (۹۰)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس روایت کے جملہ راوی، متروک، ضعیف اور غیر ثقہ ہیں اور اس حدیث کا وضاع خود اس کی سند میں موجود ہے اور ائمہ جرح و تعدیل نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ جب کسی حدیث کے راویوں پر اس حد تک جرح واقع ہو تو متن حدیث کی جانچ پڑتال کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، کیونکہ آئمہ کا اصول یہ ہے کہ ''جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ (۹۱) اس سب پر مستزاد یہ ہے کہ خود متن حدیث میں بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جس سے یہ حدیث موضوع قرار پاتی ہے۔ مثلاً کہا گیا ہے:

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قریب ہے وہ زمانہ جب کئی ممالک تم فتح کرو گے

اور ایک شہر تم فتح کرو گے اس کا نام قزوین ہوگا۔ جو شخص وہاں رباط کرے گا چالیس دن یا چالیس راتیں اس کو جنت میں ایک ستون ملے گا۔ سونے اور سر سبز زمرد لگا ہوگا اس پر ایک قبہ ہوگا سرخ یاقوت کا' اس قبے میں ستر ہزار چوکھٹے ہوں گے' ہر چوکھٹے پر ایک بی بی ہوگی' حوروں میں جو بڑی بڑی آنکھوں والیاں ہیں۔ (۹۲)

عربی متن میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ رابط فیھا أربعین 'رابط' کے معانی دشمن کی سرحد کے پاس پڑاؤ کرنا ہیں (۹۳) غور فرمائیں یا قیام کا ذکر ہے شہادت کا ذکر ہوتا تو دوسری بات تھی' اس قیام پر اس قدر انعام ''ایک قبہ'' اس میں ستر ہزار دروازے اور ہر دروازے میں بڑی آنکھوں والی حوریں۔ یہ قیام قزوین کے حوالہ سے خاص چیز وارد ہوئی ہے۔ حدیث کا ادبی پہلو اور اسلوب بھی قابل توجہ نظر آتا ہے۔ نیز آپ جانتے ہیں کہ ایسی روایت جس میں معمولی کام پر بہت بڑے انعام کی نوید ہو اس میں وضع کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ (۹۴) ابن ماجہ چونکہ قزوین کے رہنے والے تھے۔ اس لئے محدثین نے اس نیت کو بھی مدِ نظر رکھا کہ انہوں نے اپنے شہر کی فضیلت بیان کرنے کے پیش نظر اس حدیث پر خاموشی اختیار کی (۹۵) مختصر یہ کہ محدثین نے ہر دو اعتبار سے اس روایت کو قابل اعتنا قرار نہیں دیا۔ واللہ اعلم

سنن ابن ماجہ' باب الایمان کی دو روایتوں پر یہ بحث تمام ہوا چاہتی ہے۔ روایات کے متن ملاحظہ ہوں۔

۴۔ حدثنا محمد بن بشار' و محمد بن المثنی' قال ثنا محمد بن جعفر' ثنا شعبة قال: سمعت قتادہ یحدث عن انس بن مالک أن رسول اللہ ﷺ قال لا لایومن أحدکم حتی یحب لاخیه أو قال لجارہ) ما یحب لنفسه (۹۶)

دوسری حدیث کی سند اور متن یوں ہے۔

۵۔ حدثنا محمد بنا بشار' و محمد بن المثنی قالا: ثنا محمد بن جعفر' ثنا شعبة قال: سمعت قتادہ' عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتی أکون أحب الیه من ولدہ و والدہ و الناس أجمعین (۹۷)

ان دونوں روایات کی خصوصیت یہ ہے کہ دونوں کی اسناد ایک ہی طرح ہیں۔ مثلاً محمد بن بشار' محمد بن المثنی اور محمد بن جعفر' شعبہ' قتادہ اور انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں' امام بخاری نے کتاب الایمان میں دونوں احادیث کو دو مختلف اسناد سے لیا ہے' البتہ قتادہ اور انس بن مالک ان کے ہاں بھی موجود رہے ہیں۔ (۹۸) یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی روایت مختلف طرق اور اسناد سے آتی ہے تو جس قدر اس کے راویوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اس کی قطعیت اور یقینی ہونے کی قوت بھی بڑھتی جاتی ہے' مثلاً انما الاعمال بالنیات'' مشہور اور صحیح حدیث ہے اس کے راویوں کی تعداد سات سو (700) سے بھی متجاوز ہے۔ (۹۹) آیئے اب ان اسناد میں موجودہ راویوں کا کتب رجال کی روشنی میں مطالعہ کریں۔

''محمد بن بشار البصری' ثقہ' صدوق اور اصحاب ستہ کے نزدیک حجت ہیں۔ علامہ ذہبی رقمطراز ہیں'' وھوثقہ وقال ابوحاتم وغیرہ'' صدوق' نیز عبداللہ الدوراقی وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے' کہ یہ اصحاب ستہ کے نزدیک حجت ہیں۔ ''وھو حجۃ بلا ریب''(۱۰۰) آپ سے ائمہ ستہ' ابن خزیمہ' ابن صاعد کے علاوہ اور لوگوں نے بھی روایت کی ہے (۱۰۱) بقول ذہبی ابن خزیمہ نے ''کتاب التوحید'' میں آپ کو 'العلم والاخبار'' میں زمانہ کا امام کہا ہے۔ (۱۰۲) یہ محمد بن المثنیٰ سے روایت کرتے ہیں جن کے بارے میں علامہ ولی الدین نے لکھا ہے۔

''ان سے قتیبہؒ احمد بن حنبلؒ اور محمد بن اسماعیل بخاری جیسے مشہور ائمہ نے روایت کی رشید کے عہد میں عہدۂ قضا پر بصرہ میں مامور ہوئے' بغداد شریف آئے تو وہاں بھی محکمہ قضا سپرد ہوا۔ یہاں انہوں نے اپنی روایات بیان کیں' اور پھر بصرہ لوٹ آئے۔ ان کی سند پیدائش ۱۱۸ ھ اور سن وفات ۲۱۵ ھ ہے۔ (۱۰۳)

روایات زیر بحث کے دیگر رواۃ بھی ثقہ' صدوق اور مضبوط ہیں رہی متن کی بات تو مضامین حدیث نہ صرف مشہور ہیں بلکہ اصول ورایت کی روشنی میں معروف بھی ہیں۔

یہاں سنن ابن ماجہ سے پانچ روایات کے بارے میں کتب اسماء الرجال'' سے علما کی جرح وتعدیل کو نقل کیا گیا ہے' اس بحث سے مراد ''سنن ابنِ ماجہ'' کے مقام ومرتبہ کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ امر واضح کرنا ہے کہ محدثین نے روایات کے بارے میں کس قدر احتیاط سے کام لیا ہے اور رواۃ کے بارے میں مختلف زاویوں سے جو تحقیقات منعقد کی ہیں ان کے بعد سچ کو جھوٹ سے یقین کو شک سے ممتاز کرنا مشکل نہیں رہا ہے۔

آج جدید تحقیق میں روایات' بیانات اور شخصیات کے بارے میں داخلی اور خارجی تحقیقات (شواہد) کی بنیاد محدثین کرام کی یہی کاوشیں قرار پائی ہیں جنکو اصول حدیث کی زبان میں روایت اور درایت کے اصولوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ماخذ و مصادر

۱۔ آل عمران' آیت ۳۲ ۲۔ آل عمران' آیت ۱۳۲ ۳۔ سورۃ النسآ'' آیت ۵۹

۴۔ سورۃ الانفال' آیت ۱ ۵۔ سورۃ الانفال' آیت ۲۰ ۶۔ سورہ محمد' آیت ۳۳

۷۔ سورۃ النساء' آیت ۸۰ ۸۔ سورۃ الاحزاب آیت ۷۱ ۹۔ سورۃ مجادلہ آیت ۱۳

۱۰۔ سورۃ النساء' آیت ۱۴ ۱۱۔ سورۃ احزاب' آیت ۳۶ ۱۲۔ سورہ جن آیت ۲۳

۱۳۔ سورۃ انفال' آیت ۱۳

۱۴۔ تقی عثمانی، مولانا ''حجیت حدیث'' ادارہ اسلامیات، لاہور، اشاعت اول ۱۹۹۱، ص ۲۰

۱۵۔ سورۃ النور آیت ۵۶ ۱۶۔ سورۃ النساء آیت ۴۲ ۱۷۔ سورۃ النساء، آیت ۱۱۵

۱۸۔ سورۃ نجم آیت ۳ ۱۹۔ سورۃ النساء آیت ۸۰ ۲۰۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۳۱

۲۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر ''خطبات بہاولپور'' اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، اشاعت ۱۴۰۱ھ ص ۳۳

۲۲۔ ایضاً ۲۳۔ ایضاً ص ۳۴

۲۴۔ سورۃ الحجر، آیت ۹ ۲۵۔ خطبات بہاولپور، ص ۴۴

۲۷۔ عبدالرشید نعمانی، مولانا، مقدمہ موطا امام محمد، محمد سعید اینڈ سنز، ناشران و تاجران کتب قرآن محل، کراچی ص ۱

۲۸۔ سورۃ الحجرات آیت ۶

۲۹۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، جلد ۵، ۱۹۸۵ء ص ۴۷

۳۰۔ محمد سعید احمد اکبر آبادی، مولانا ''فہم القرآن'' ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۲، ص ۱۱۴، ۱۱۵

۳۱۔ فہم القرآن، ص ۱۱۷ ۳۲۔ فہم القران، ص ۱۱۶ ۳۳۔ فہم القران۔ ص ۱۱۶

۳۴۔ سید مرتضیٰ جعفری، ڈاکٹر، روداد سیمینار اصول تحقیق، مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۶ء ص ۱۰۲، ۱۰۳

۳۶۔ شبلی نعمانی، مولانا، مقدمہ سیرت النبی، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۸۵ء، جلد اول ص ۳۷

۳۷۔ سیرت النبیؐ، جلد اول ۳۸۔ حجیت حدیث، ص ۱۵۷، ۱۶۴

۳۹۔ سورہ نور، آیت ۱۶ ۴۰۔ سیرت النبی، جلد اول، ص ۳۹

۴۰(a)۔ سیرت النبی، جلد اول، ص ۳۹۔ ۴۰(b)۔ شبلی نعمانی، مولانا الفاروق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ص ۴۰، ۴۱

۴۲۔ سیرت النبیؐ، جلد اول، ص ۴۴

۴۳۔ محمد ذکریا، مولانا، تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) ناشران قرآن، لاہور، ص ۹۶

۴۵۔ سورۃ البقرہ، آیت ۳۸۔ ۴۶۔ سورۃ اعراف آیت ۲۳۔

۴۷۔ سنن ابن ماجہ، الجزالاول، باب فی الایمان حدیث نمبر ۶۵، ص ۲۵

۴۸۔ سواتی، عبدالحمید، ترجمہ و شرح سنن ابن ماجہ، ص ۲۵۷ ۴۹۔ ذہبی، محمد بن احمد بن عثمانی ''میزان الاعتدال فی فقہ الرجال''، تحقیق علی محمد مجاوی، المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل، طبع اول، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء، الجزالثانی ص ۶۱۶

۵۰۔ عسقلانی، حافظ ابن حجر ''تہذیب التہذیب'' عبدالتواب اکیڈمی، نشر السنۃ، لاہور، سن ندارد، الجزامراجع ص ۲۲۱

۵۱۔ ''میزان الاعتدال فی فقہ الرجال''، الجزالثانی، ص ۶۱۶

۵۲۔ عسقلانی، حافظ ابن حجر ''تقریب التہذیب'' دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، الطبعہ الثالثہ، نومبر ۱۹۸۵، ص ۲۱۳

۵۳۔ ائمہ جرح و تعدیل نے اس روایت کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔

۵۴۔ تہذیب التہذیب، الجزالسادس، ص ۲۸۵

۵۵۔ ابوعمرو الکشی، ''رجال کشی''، موسسہ العلمی المطبوعات، کربلا، سن ندارد، ص ۵۱۲

۵۶۔ ایضاً ۵۷۔ سنن ابن ماجہ (اردو) جلد اول، ص ۵۲ ۵۸۔ تقریب التہذیب، ص ۲۴۹

۵۹۔ تہذیب التہذیب، الجزالجامع، ص ۳۴۰

۶۰۔ ذہبی، علامہ محمد حسین، تاریخ تفسیر ومفسرین، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز فیصل آباد، تاریخ اشاعت ۱۹۸۴ء ص ۱۵۲

۶۱۔ مطالعہ حدیث، ص ۱۷ ۶۲۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۹۰

۶۴۔ سنن ابن ماجہ (عربی) الجزاول، ص ۶۵

۶۵۔ مولانا وحید الزمان نے اپنے ترجمہ میں ''ویلم'' کو ایک پہاڑ لکھا ہے، لیکن جدید تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عراق کا ایک قبیلہ ہے، عراق کے ''ویلم نینوا'' صوبہ کا نام اسی قبیلہ کے نام پر ہے۔ اس سرزمین میں واقع تمام پہاڑ ویلم کے کہلاتے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جل ۹، ص ۵۵۰ تا ۵۶۰) ۶۶۔ سنن ابن ماجہ، الجزالاول، ص ۶۵

۶۷۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزالثالث، ص ۶۳۲، نیز ملاحظہ ہو تقریب التہذیب، ص ۳۰۴

۶۸۔ تہذیب التہذیب، الجزالتاسع، ص ۲۵۲، ۲۵۳ ۶۹۔ تقریب التہذیب، ص ۳۸۵

۷۰۔ تہذیب التہذیب، الجزالحادی عشر، ص ۳۲۱ ۷۱۔ تہذیب التہذیب، الجزالحادی عشر، ص ۳۲۲

۷۲۔ ولی الدین، علامہ، الاکمال فی اسمأ الرجال، مترجم مولانا اشتیاق احمد، نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ، کراچی، سن ندارد، ص ۱۴۲

۷۳۔ تقریب التہذیب، ص ۲۷۹ ۷۴۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزالثالث، ص ۱۵۷

۷۵۔ تہذیب التہذیب، الجزالجامع، ص ۳۳۷ ۷۶۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزالثالث، ص ۲۹۲، ۲۹۳

۷۷۔ تہذیب التہذیب، الجزالثالث، ص ۱۵۷ ۷۸۔ سنن ابن ماجہ، الجزالثانی، ص ۹۲۹

۷۹۔ سنن ابن ماجہ، الجزالثانی، باب ذکر ویلم وفضل قزوین، حدیث ۲۷۸۵، ص ۹۲۹

۸۰۔ سنن ابن ماجہ، الجزالثانی، باب ذکر ویلم وفضل قزوین، حدیث ۲۷۸۵، ص ۹۲۹

۸۱۔ تقریب التہذیب، ص ۹۸۔ ۸۲۔ تہذیب التہذیب، الجزالثالث، ص ۱۷۳

۸۳۔ تہذیب التہذیب، الجزالثالث، ص ۱۷۳ ۸۴۔ میزان الاعتدال فقہ الرجال، الجزالثانی، ص ۴۱

۸۵۔ تقریب التہذیب، ص ۱۰۱ ۸۶۔ تہذیب التہذیب، الجزالثالث، ص ۲۱۴، ۲۱۵

۸۷۔ میزان الاعتدال فقہ الرجال، الجزالرابع، ص ۴۱۸ ۸۸۔ تقریب التہذیب، ص ۳۸۱

۸۹۔ تہذیب التہذیب، الجزالحادی عشر، ص ۱۷۱ ۹۰۔ تہذیب التہذیب، الجزالحادی عشر، ص ۱۷۱

۹۱۔ آثار الحدیث، جلد دوم ۹۲۔ سنن ابن ماجہ، جلد دوم، ص ۳۷۷، ۳۷۸

۹۳۔ المنجد، دارالاشاعت، کراچی ۲۳ ستمبر ۱۹۷۴، ص ۳۶۴

۹۴۔ سیرت النبیؐ جلد اول، ص ۴۴ ۹۵۔ سنن ابن ماجہ، جلد دوم، ص ۳۳۷

۹۶۔ سنن ابن ماجہ الجزالاول، ص ۲۶ ۹۷۔ سنن ابن ماجہ الجزالاول، ص ۲۶

۹۸۔ عثمانی، علامہ شبیر احمد، فضل الباری، شرح صحیح البخاری، ادارہ علوم شرعیہ، کراچی، طبع اول، نومبر ۱۹۷۳ء، جلد اول، ص ۳۳۲، ۳۳۶

۹۹۔ محمد فہیم عثمانی، حفاظت وحجیت حدیث، دارالکتب لاہور، طبع دوم، مئی ۱۹۸۹ء ص ۱۷۳

۱۰۰۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزالثالث، ص ۴۹۰ ۱۰۱۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزالثالث، ص ۴۹۰

۱۰۲۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزالثالث، ص ۴۹۱ ۱۰۳۔ اکمال فی اسمأ الرجال، ص ۱۱۷

سلسلہ خطبات جمعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب۔ حافظ محمد سلمان الحق انوار

عبادالرحمٰن کے اوصاف

تواضع نبوی کی ایک جھلک' خلفاء راشدین کی تواضع کا ایک نمونہ'
سلف صالحین کے عجز و انکسار کے دلچسپ امثال

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم قال رسول الله ﷺ وما تواضع احد لله الا رفعه الله (مسلم)

گزشتہ جمعات میں بیان کی گئی حدیث کے آخری حصہ تواضع کی فضیلت اور اس پر مرتب ہونے والے درجات کا بیان ہے' حضور اکرم ﷺ تاجدار دو عالم اور سید الکائنات ہونے کے باوجود تواضع اور فروتنی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' لوگ دور دور سے ان کے مبارک نام و عظمت کا سن کر ملاقات کے لئے جب آتے تو ان کا تصور یہ ہوتا کہ حضور بھی دنیاوی ملوک و سلاطین اور امراء کی طرح خصوصی مسند پر امتیازی حالات میں دنیاوی ٹھاٹ باٹ سے جلوہ افروز ہوں گے۔ مگر جب آکر حضور ﷺ پر نظر پڑتی تو وہ انتہائی عاجزانہ اور فقیرانہ انداز میں انکساری سے ایک معمولی چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تو آنے والوں کے بدن ہیبت سے کانپ اٹھتے۔

تواضع نبوی کی ایک مثال:

ایک گھڑی وہ بھی ان کی حیات طیبہ میں آپہنچی کہ پورے اسلام کے مرکز و مرجع خانہ کعبہ ادامھا اللہ عزاً و شرفاً کی فتح کے بعد فاتحانہ انداز میں داخل ہو رہے ہیں' ہزاروں جان نثار صحابہ ساتھ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں دخول کا تاریخی موقع ہے۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ اور خوشی کا مقام کہ اس پر جتنی خوشی کی جاتی کم تھی' مگر قربان جایئے محبوب خداً سے کہ تواضع و انکساری و حد درجہ حیا کی وجہ سے چہرہ اقدس کو اونٹ کی کوہان پر رکھ دیا ہے اہل مکہ نے قیام و میزبانی کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ جگہوں کا انتخاب کیا کہ اس میں قیام فرمالیں مگر آپؐ نے ازراہ تواضع ان پر عیش جگہوں میں رہنے کی بجائے فتح مکہ سے قبل اپنے رفقاء سمیت جہاں تین سال بے کسی و بے بسی کے عالم قید میں گزارے وہاں رہنے کو ترجیح دی' تاکہ ابتدائے زمانہ تنگی و عسرت یاد رہے کہیں تکبر و غرور کا تصور دل میں نہ آئے۔

۲۳۶

ایاز قدر خود شناس:

ایاز محمود کے تعلق و واقعات کبھی کبھی آپ کو مختلف موضوعات کے سلسلہ میں سناتا رہتا ہوں کہ محمود غزنوی جیسے انسان شناس ولی اللہ بادشاہ نے جب ایاز کے اندر کے کمالات، تواضع وانکساری و دیگر خصوصیات کا اندازہ کر کے مخصوص مقام اور خلعت فاخرہ سے نوازا جس پر کبھی کبھی محمود غزنوی کے بعض مقربین بھی حسد کرنے لگ جاتے۔ محمود کی ایک غلام سے اتنی محبت اور قرب پر ان کو تعجب بھی ہوتا۔ بادشاہ نے حاسدین اور تعجب کرنے والوں کی تسلی و تشفی کے لئے سب کو لے کر اچانک ایاز کی آرامگاہ پر چھاپہ مارا۔ سب نے دیکھا کہ ایاز نے دربار کے برخاست ہونے کے بعد اپنے شاہی تاج اور قیمتی لباس کو اتارا ہوا ہے اور ٹاٹ کا بنا ہوا مزدوری والا سابقہ لباس پہن کر آئینہ کے سامنے کھڑے اپنے آپ کو مخاطب کے کہہ رہے ہیں "ایاز قدرِ خود را بشناس" یعنی ایاز کہیں وزرات و امارت اور شاہی لباس و تاج کے زعم میں اپنے اصل کو بھلا کر تواضع وانکساری کے دامن کو چھوڑ نہ دے، وزراء وایاز سے حسد کرنے والوں کو اندازہ ہوا کہ ایاز اپنے اس پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے اس مرتبہ ورتبہ کا اہل ہے جو اسے محمود نے دیا ہوا ہے۔

تواضع کی ترغیب حدیث نبوی میں:

حضرت عمرؓ نے سید الکائنات کے ایک ارشاد کے ذریعہ صفتِ تواضع کو اختیار کرنے کے سلسلہ میں ایک اہم حدیث ذکر فرمائی۔

عن عمر قال وهو على المنبر يا ايها الناس تواضعوا فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول من تواضع الله رفعه الله فهو فى نفسه صغير و فى اعين الناس عظيم و من تكبر وضعه الله فهو فى اعين الناس صغير و فى نفسه كبير حتى لهو اهون عليهم من كلب او خنزير (رواه البيهقى)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو! تواضع و انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرما رہے تھے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے لوگوں کے ساتھ فروتنی و تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر و غرور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے۔ وہ لوگوں کی نظروں میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

وجہ یہ کہ متکبر اور مغرور آدمی اگر خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کے سامنے بھی اپنے رعب و دبدبہ سے اپنے آپ کو باعزت اور بڑا پیش کرتا ہے، مگر درحقیقت وہ خدا کے نزدیک بھی ذلیل و کمینہ اور حقیر ہوتا ہے، اور لوگوں کی

نظروں میں بھی انتہائی کمزور بے وقعت ہوتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے وہ اگر چہ اپنے آپ کو خود حقیر و معمولی سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو بے وقعت و کمتر ظاہر کر رہا ہے' مگر خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ بے حد بلند ہو کر لوگوں کی نظروں میں بھی اس کی عزت و وقعت میں اضافہ ہوتا ہے۔

کبریائی خدا کا خاصہ ہے:

متکبر کو پستی اور ذلت کی طرف دھکیلنے اور متواضع کے درجات کو بڑھانے کی وجہ یہی ہے کہ تکبر اور بڑھائی اللہ کی خاصیت اور اسی کے ساتھ خاص ہے۔ ارشاد باری ہے "وربک فکبر" اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کیا کر۔ دن رات میں نمازی کئی بار اللہ اکبر کا ورد کر کے اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرتا ہے' خود ارشاد ہے "الکبریا روائی" کہ بزرگی اور بڑھائی میری چادر ہے جو اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے' اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دوں گا۔ شیطان نے غرور و نخوت میں آ کر نافرمانی کے بعد کہا کہ اللہ قیامت تک مجھے زندہ رکھتا کہ آپ کی اطاعت گزار بندوں کو راہ راست سے بھٹکا سکوں۔ اللہ کرم والا ہے' کافر و فاسق اور مسلمان کسی کی درخواست و دعا کو قبول کر لیتا ہے' اسے قیامت تک مہلت دی' اور اسی غرور و تکبر کی وجہ سے تا قیامت وہ ذلیل و خوار ہو کر اہل دین مرد و عورت بڑے چھوٹے اسے من الشیطن الرجیم اور دیگر کلمات کے ذریعہ لعن و طعن کا مورد ٹھہراتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں آدم علیہ السلام کا مقام دیکھئے کہ غیر ارادی کوتاہی کی صورت میں سرزنش ہونے پر فوراً تواضع کا اظہار فرما کر ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین کے ذریعہ اللہ کی درگاہ میں سر تسلیم خم کر کے ابوالبشر اور کئی بہترین القابات و انعامات سے نوازے جاتے ہیں اور تا قیامت ہر مسلمان حضرت آدم کا نام لیتے یا سنتے ہی علیہ السلام کی مبارک دعوات سے احتراماً سر کو جھکا دیتا ہے۔

<u>تواضع نبوی کی ایک جھلک:</u>

اور پھر اپنے محبوب کبریا ﷺ کے تواضع و انکساری کے واقعات اور حالات سے تو ان کی سیرت مطہرہ بھری پڑی ہے' احادیث کا مطالعہ کرنے والوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں کہ یا اللہ ایک ایسی شخصیت جس کی بعثت کی خاطر پوری کائنات کو تخلیق کیا گیا اس دور کے بڑے بڑے فرعون و قارون کے وارث بھی اس کے نام سے کانپتے تھے اور حیوانات کے خطرناک ترین جانور بھی اس کے فرمانبردار ہو جاتے اور وہ خود تواضع و انکساری کے کس مقام پر فائز تھے' کہ راستے پر چلتے ہوئے انتہائی تواضع سے جھک کر چلتے تھے۔ باوجود بے شمار فتوحات و اموال و غنائم کے کپڑوں میں پیوند لگا کر استعمال کرتے' کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہ آیا' راہ میں چلتے ہوئے اپنے دو ساتھیوں سے بھی آگے ہو کر نہ چلے' مجلس میں آ کر سب سے آخر میں اگر بیٹھنے کی جگہ میسر آتی وہیں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت عائشہؓ کے ارشاد کے مطابق بعد از خدا بزرگ تجھے ذاتِ اقدسؐ کے سونے اور آرام کرنے کا بستر

چمڑے کا جو کہ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔ زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ سے کسی نے آپ کے گھر حضورؐ کے بستر کا پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بسترہ کیسا تھا' انہوں نے کہا' ایک ٹاٹ تھا' جس کو دوہرا کر کے ہم آنحضرتؐ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال آیا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا میں نے دوہرے کا دوہرا کر کے بچھا دیا۔ آپؐ نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی میں نے عرض کیا وہی روزمرہ کا بسترہ تھا ذرا اور بھی ڈبل کر دیا تا کہ زیادہ نرم ہو جائے حضورؐ نے فرمایا کہ اسکو پہلے ہی حال پر رہنے دیا جائے اسکی نرمی مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

محسن انسانیت لکڑیاں اکٹھی کرتے ہیں:

اس عظیم المرتبت محسن انسانیت ﷺ کے تواضع وانکساری کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زیادہ ہیں جن کا ذکر کئی خطبات میں بھی ممکن نہیں۔ تاہم بطور نمونہ چند ذکر کر دیئے ان کی تواضع کا تعلق صرف اپنی ذات اقدس تک محدود نہیں بلکہ سفر وحضر میں بھی اپنے ساتھیوں پر کبھی بھی اپنے برتر ہونے کا اظہار نہیں فرمایا حتیٰ کہ ایک سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرمالیا ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا' دوسرے نے کھال اتارنا۔ تیسرے نے پکانا۔ ازراہ احترام وعقیدت حضورؐ کو کام سے مستثنیٰ کر دیا۔ آپؐ نے خود فرمایا کہ پکانے کیلئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے' صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ کام ہم خود کر لینگے' سرور کونینؐ نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ خوشی سے کر لو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع اور ساتھیوں میں مَیں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہٗ بھی اسکو پسند نہیں فرماتے۔

اب ہم اپنے آپ اور اپنے اردگرد مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت پر اگر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ وہ مرشد اعظمؐ جس کے بارے میں ارشاد حق ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ ہم صرف اس وصف تواضع میں کس حد تک اس کا اتباع کر رہے ہیں۔ اگر کسی مسلمان کے پاس فقر وفاقہ اور غربت کے بعد معمولی سی دولت بھی ہاتھ آئے یا اس دنیائے فانی کے اقتدار کا حقیر بے عہدہ بھی مل جائے تو اپنے سے کمتر کو انسان کی نظر سے دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ اور اپنے گزشتہ حالات کو بھول کر تکبر وغرور کی وہ صورت اختیار کر جاتے ہیں کہ فرعون وقارون کی رعونت بھی ہمارے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔

سرکار دو عالم صلعم نے نہ صرف خود منکسر المزاجی کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے بلکہ حضورؐ کے بعد روئے زمین پر مقدس ترین مخلوق یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم کی بھی ایسی تربیت فرمائی کہ اپنے محبوب رہنما کے تمام اوصاف کو اپنانے کے ساتھ ساتھ ہر ایک تواضع وانکساری کے بھی ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہوا۔

خلافت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا سب سے پہلا اعلان:

آنحضرتؐ کے بعد بہتر وافضل مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے' حضورؐ کا دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جب

تمام صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست مبارک پر بیعت کرلی تو آپ نے از راہ تواضع منبر پر بیٹھ کر فرمایا اے لوگو مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے، میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو تم میری امداد کرنا اور اگر میں کوئی غلطی کروں تو تم میری اصلاح کر دینا۔ لوگو جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ و رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے لگوں تو ہرگز میری اطاعت نہ کرنا۔

وہ ابوبکرؓ جن کے بارے میں خود حضورؐ کا فرمان ہے کہ:

لو کنت متخذا خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً ولکنّہ' اخی وصاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلاً (رواہ مسلم)

''یعنی اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر ہی کو دوست بناتا تاہم ابوبکرؓ میرے بھائی اور میرے رفیق و ساتھی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صاحب کو (یعنی مجھ کو) اللہ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔''

ابوبکر کے مقامِ امامت کے بارے میں فرمان نبوی کو سنئے:

عن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی لقوم فیھا ابوبکر أن یومھم غیرہ (رواہ ترمذی) ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس قوم و جماعت میں ابوبکر موجود ہوں ان کیلئے موزوں نہیں ہے کہ اس کی امامت ابوبکرؓ کے علاوہ کوئی اور شخص کرے۔''

حضورؐ کی نظروں میں اپنے یارِ غار کے مقام و مرتبہ کو دیکھئے جس کے باوجود عجز و انکساری کا یہ حال ہے کہ صحابہؓ کے سامنے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''میں تم سے بہتر نہیں ہوں''۔

خلافت کے بعد حضرت عمرؓ کا پہلا خطاب:

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شان جلالت، ملاحظہ فرمادیں کہ سرکار دو عالم صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر میرے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رہتا تو میرے بعد حضرت عمرؓ ہی نبوت کی خلعت سے سرفراز ہوتے یہی نہیں بلکہ عمر فاروق کا مقام و مرتبہ بے شمار احادیث میں انتہائی عز و افتخار کے ساتھ خود حضورؐ نے بھی بیان فرمایا ہے اور تواضع کی حالت یہ ہے کہ خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابل اعتراض ہو سرِ بازار مجھے ٹوک دیا جائے۔ آپ کی طرف سے اعلان عام کیا گیا احب الناس الی من رفع عیوبی یعنی سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیبوں پر مجھے اطلاع دے۔ خلیفہ بننے کے بعد منبر پر چڑھنے لگے تو منبر کے اس زینہ پر بیٹھے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پاؤں رکھتے تھے لوگوں نے نیچے بیٹھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میرے لئے یہی کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل جائے جہاں صدیق کے پاؤں رہے ہوں، ابتدائے خلافت میں لوگوں نے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہنا چاہا تو فرمایا میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنے لئے امیر المومنین کا لفظ انتخاب فرمایا۔ حاجت مندوں کے لئے وہ حضرت عمر جن کا رعب و دبدبہ سن کر بڑے بڑے حکمران لرزہ

براندام ہوتے' بیت المال سے خود غلّے کی بوریاں کندھے پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے۔ ملازمین نے ادب احترام کا لحاظ کرتے ہوئے بوجھ اٹھانے کی پیشکش کی تو فرمایا کہ اپنی ذمہ داری کے لئے روزِ قیامت مجھے ہی جوابدہ ہونا ہے نہ کہ آپ کو۔

جب بیت المقدس کی فتح کی غرض سے روانہ ہوئے:

بیت المقدس کو فتح کرنے جارہے ہیں' کپڑے پھٹے پرانے پہنے ہیں' سواری ایک ہے ساتھ غلام بھی ہے' اونٹنی پر باری باری سواری کررہے ہیں' ایک مقررہ مقدار تک عمرؓ سوار ہوتے ہیں پھر غلام کے سوار ہونے کی باری آتی ہے' بیت المقدس کے باسی جو زیادہ تر یہود و نصاریٰ تھے مغلوب و مفتوح ہوکر مسلمانوں کے سپہ سالار ابوعبیدہ ابن الجراح کی قیادت میں استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے ہوئے ہیں سونے چاندی کے جڑے ہوئے زرق و برق لباس پہنے ہوئے ہیں' جب استقبال کرنے والوں کے پاس پہنچنے کا وقت آیا اس وقت سواری پر سوار ہونے کی باری غلام کی تھی' غلام اونٹ پر براجمان ہیں اور حضرت عمر اونٹنی کی مہار پکڑ کر استقبال کنندگان کی طرف بڑھ رہے ہیں بیت المقدس کے فاتح جرنیل ابوعبیدہ نے بڑھ کر بوسیدہ اور میلے کپڑوں کے بدلے نئے کپڑے پیش کرکے پہننے کی درخواست کی اپنے دور ہی کے حاکموں اور ارباب اقتدار ہی کو لیجئے کہ فتح تو کیا کہ لہو و لعب کرکٹ و ہاکی جیسے کھیل میں کامیابی کے بعد پوری دنیا کو سر پر اٹھا کر شان و شوکت دکھانے کے لئے ہر قسم کے خرافات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ حضورؐ کے ایسے موقعوں پر کردار کا خیال اور نہ اسلامی اخلاق و شعائر کے پاسداری کی کوئی رعایت۔ اور پھر مجالس میں نکلنے اور ملنے کا انداز بھی ایسا متکبرانہ کہ اپنی اصلیت ہی کو بھول جاتے ہیں' بلکہ ملاقاتیوں کو ملنے کے لئے کئی کئی گھنٹے گرمی و سردی میں صرف اس لئے انتظار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارا معمولی صاحبِ اختیار شخص بھی اپنے زیب و زینت اور ظاہری شکل و صورت کے ڈیل ڈول اور فیشن کی اصلاح میں ہمہ وقت ایسا مصروف رہتا ہے۔ کہ اپنے ملنے والوں کو اپنے مصنوعی تکبر د رعب سے مرعوب کرنے کے لئے ہر غیر انسانی و غیر اسلامی حرکت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے۔

اپنے اکابر اور بزرگوں کی تاریخ و حالات پر نظر دوڑائیں کہ انہوں نے اپنے پیارے نبی ﷺ اور ان کے فدائی صحابہؓ کی ایک ایک سنت پر کیسے عمل کیا۔

حضرت قاسم نانوتویؒ کی تواضع:

دارالعلوم دیوبند جس سے علم و عرفان کی شعاعیں دنیا کے چپے چپے میں پھوٹ رہی ہیں کے بانی اور برصغیر کے مایہ ناز عالم دین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ازراہ تواضع فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم محمد قاسم اور دیوار میں کوئی فرق نہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ:

آپ اور ہم سب کے محسن و مربی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ اکثر خطبوں اور وعظوں میں اپنے اکابر اور

شیوخ کی تواضع کے وہ واقعات بیان کرتے رہتے تھے جن کی نظیر دنیا کے بڑے بڑے خودساختہ سکالروں، محققوں اور مصلحوں کے احوال زندگی میں آپ کو کبھی نہیں ملے گی۔

اس منبر ومحراب سے قریباً چالیس سال سے زیادہ عرصہ قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند کرنے والے والدو مرشدی برداللہ مضجعہ کے سیرت وکردار سے آپ خوب واقف ہیں کہ عاجزی وانکساری ان کی طبیعت کا لازمی جز بن چکی تھی کہ اگر کسی مجلس میں ان سے کوئی شرعی مسئلہ کا پوچھتے تو مجلس میں موجود معمولی طالب علم کی طرف دیکھ کر پوچھتے کہ آپ کے خیال میں اس پوچھے گئے سوال کا حل کیا ہے خود عالم و فاضل ہو کر بھی اوروں پر اپنے علم کا رعب جمانے کے لئے اپنے علم کا اظہار نہ کرتے۔

اکثر و بیشتر معتقدین کی درخواست دعا پر از راہ عجز وتواضع فرماتے کہ اللہ کا کرم ہے کہ دعامیں یہ شرط نہ لگائی کہ گنہگار دعا مانگنے کا حقدار نہیں، ورنہ مجھ جیسے گناہ گار کے لئے دعا کا مانگنا ناممکن ہوتا۔ اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیتے۔ چھوٹے سے چھوٹے ملنے والے مہمان کے لئے باوجود بے حد نقاہت اور ضعف کے اپنے مسند سے اٹھتے اگر خود کھڑے ہونے کی ہمت نہ ہوتی اور ساتھ بیٹھے ہوئے خدام کو اٹھوانے کی فرمائش کرتے اور صرف اس پر اکتفانہ کرتے بلکہ ہر مہمان کی رخصتی کے وقت کوشش کرتے کہ گھر یا دارالعلوم کی آخری حد تک خود الوداع کہنے چلے۔ امیر وغریب اور بڑے چھوٹے کی تمیز سے بے نیاز ہوکر مسجد کے نمازیوں یا محلّہ وگاؤں کے کسی کے مریض ہونے کا معلوم ہوتا تو فوراً اس کی بیمار پرسی کے لئے پہنچ جاتے۔ چھوٹے بچے تک کے جنازہ میں جب تک خود شرکت نہ کرتے سکون حاصل نہ ہوتا۔

یہی وہ پیغمبری صفات پر کاربند رہنے کا نتیجہ تھا کہ رحیم وکریم ذات نے من تواضع للہ رفعہ اللہ کے بموجب صحابہ کرام، صلحائے امت، ہمارے اسلاف واکابر بزرگوں کو فرش سے عرش پر پہنچادیا۔ وجہ یہ کہ ان کا عقیدہ تھا کہ دیندار وشریف آدمی جس قدر مراتب عالیہ پاتا ہے، اسی رفتار سے اس میں عجز وانکساری اور تواضع کی شان زیادہ پیدا ہوتی ہے اور رذیل شخص جس قدر بڑے رتبہ پر پہنچتا ہے یا دولت حاصل کرتا ہے اتنا ہی اس کی خساست، کمینگی اور رذلت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کی بناء پر دنیا میں بھی لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اور اللہ کے وصف کبریا اور بڑائی میں اس کے ساتھ برابری کا اظہار کر کے اپنی آخرت کو بھی خراب کر دیتا ہے۔ مختلف مواعظ میں آپ حضرات کو قرآنی آیات کی روشنی میں فرعون وقارون اور ہامان کی دنیوی امارت وسرداری اور دولتمندی کے واقعات اور وقتی اور عارضی جاہ وجلال پر ان کے تکبر وسرکشی کے بعد دنیوی واخروی ذلت وتباہی کے حالات بیان کر چکا ہوں۔

اللہ جل جلالہ، ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ امین

(قسط نمبر 9) ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ملتان

ازدواجی تعلقات اور
شوہر بیوی کے لئے ضروری تنبیہات وہدایات
(تنبیہ الزوجین)
نماز، روزہ، حج سے متعلق تنبیہات

نماز:

شریعت اسلامی میں نماز سب سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی عبادت مقرر کی گئی ہے اور دوسری عبادات کے مقابلہ میں اس کی اہمیت ومنزلت بارگاہ رب العزت میں سب سے محبوب ومرغوب بتائی گئی ہے۔ اس کا مرتبہ قرآن پاک میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر فرمودات نبی معظم ﷺ موقع ومحل کی مناسبت سے احادیث نبویؐ میں موجود ہے، جہاں بتایا گیا ہے کہ اعمال میں سب سے پہلے نماز کی ہی پرسش کی جائے گی۔ اسی عمل میں بندہ کی عبودیت وسعادت اور خداوند ذوالجلال کی حاکمیت وکبریائی کا اظہار ہوتا ہے۔ مرد اور عورت اس عبادت سے مستثنیٰ نہیں۔ مگر عورت کے لئے اس کی فطری ساخت، جسمانی نشیب وفراز۔ دائرہ کارکردگی کی وجوہات کی بنا پر مردوں کے مانند بہت ساری موکدہ اور مستحب اعمال سے بری الذمہ قرار دے دیا گیا ہے۔ جو مردوں کے لئے لازمی ہیں اور عورتوں کے لئے نہیں۔

عورتوں کی باجماعت نماز میں شرکت:

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں اگرچہ عورتوں کو مسجدوں، عیدگاہوں میں چلے جانے اور باجماعت نماز میں شامل ہونے کی اجازت تھی۔ مگر وہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اور سب سے بڑی بات کہ حضور علیہ السلام وتسلیمات بہ نفس نفیس وہاں موجود تھے۔ وحی کا نزول ہوتا تھا، نئے نئے احکام آتے تھے، نئے نئے مسلمان بن رہے تھے، جو نماز اور دینی احکامات وتعلیمات سے بہرہ ور ہوتے رہتے تھے اور مرد عورتوں کو سرور کائنات معلم اعظم ﷺ کی اقتداء میں نماز کی ادائیگی کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ یہ مرد اور عورتوں کو اپنے علاقہ میں جا کر دینی احکامات کی تعلیم دینی ہوتی تھی لہذا عورتوں کو فی نفسہ مساجد وعیدگاہوں میں حاضری کی اجازت تھی۔

لیکن اس اجازت کے باوجود معلم اعظم ﷺ نے عورتوں کو بار بار مسجد میں آنے کو مناسب نہ جانتے ہوئے کئی

مرتبہ فرمایا کہ عورتوں کو اپنے گھروں میں رہ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اس نماز کو جو عورت گھر میں پڑھے زیادہ باعث فضیلت قرار دیا، گو کہ گھر کی نماز کے مقابلے میں مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے میں ستائیس نمازوں کا ثواب اور مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب اور حضورؐ کی اقتداء میں نماز کی عظیم ترین سعادت (جس کا اندازہ بے حساب ہے) کے باوجود عورت کے لئے اس کے گھر کی کوٹھڑی کی نماز کو مسجد کی با جماعت نماز پڑھنے کے مقابلے میں بہتر بتایا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے۔

ترجمہ: رسولؐ نے فرمایا: عورتوں کی سب سے بہترین مسجد ان کے گھر کا اندرونی حصہ ہے۔

ترجمہ: رسولؐ نے فرمایا: عورت کی وہ نماز جو اس کے کوٹھڑی (کمرہ) میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو دالان میں ہو۔ اسکی وہ نماز جو دالان میں پڑھے اس سے بہتر ہے جو صحن میں پڑھے اور صحن میں پڑھی نماز اس نماز سے بہتر ہے جو محلّہ کی مسجد میں پڑھے۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر۔ وقال الحاکم صحیح الاسناد۔ الترغیب از ھب۔ ا۔ ۲۲۶)

ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ: عورت کی سب سے زیادہ محبوب نماز خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اس نے اپنے گھر کی کوٹھڑی میں پڑھی ہو۔

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکو۔ ان کا گھر ان کے لئے مسجد سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث شریف مروی ہے۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام وتسلیمات نے فرمایا ''اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو جو لوگ بلا عذر مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھتے میں کہتا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے''

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی سزا ان لوگوں کے لئے تجویز فرمانا چاہتے تھے جن کے لئے جماعت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ اور وہ اس کے باوجود حاضر نہ ہوتے تھے۔ مگر عورتوں اور بچوں کا ہونا۔ گھروں کے جلا دینے کی سزا میں مانع ہو گیا۔ عورتوں کا اس حدیث مبارکہ میں ذکر فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جماعت میں حاضر رہنے کی مکلّف نہیں اور جماعت ان کے حق میں موکد نہیں۔ ایک اور جگہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''عورت چھپانے کی چیز ہے، وہ جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکو تکتا رہتا ہے اور عورت اپنے گھر کی سب سے اندر کی کوٹھڑی میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتی ہے'' (رواہ احمد بن خزیمہ وابن حبان فی صحیحھا۔ الترغیب والازھب۔ ا۔ ۲۲۵)

روایت ہے کہ ایک دن حضرت ام حمیدؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے آپ

کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے'' یہ سن کر نبی معظم نے فرمایا۔ ''میں خوش ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو۔ مگر سن لو! تمہاری وہ نماز جو مکان کے اندر سب سے اندرونی کوٹھری (کمرہ) میں ہوگی اس نماز سے بہتر ہوگی جو دالان میں پڑھو اور دالان میں پڑھی جانے والی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو تم صحن میں پڑھو گی اور گھر کے صحن میں پڑھی جانے والی نماز بہتر ہوگی جو تم محلّہ کی مسجد میں جا کر پڑھو۔''

چنانچہ ام حمیدؓ نے اپنے گھر کے سب سے اندھیرے کونے میں نماز کی جگہ بنوائی اور تمام عمر وہیں نمازیں پڑھتی رہیں اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔

خواتین کو مسجدوں میں دیکھا:

حرمین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں لاکھوں غیر ملکی خواتین مناسک حج وعمرہ کے لئے جمع ہوتی ہیں، اپنی عقیدت، محبت اور تکمیل عبادت کے لئے دور دراز کا سفر کر کے آتی ہیں، اور سجدہ ریز رہتی ہیں، مگر صحن کعبہ میں چاہ زم زم کے ساتھ اور برآمدوں میں مخصوص نشست گاہوں میں اور اسی طرح مسجد نبوی میں باب النساء کے راستہ الگ الگ نشست گاہ میں داخل ہوتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ خلط ملط کے کم امکان ہیں۔

برمنگھم اور لندن کی مساجد میں مرد ہی خاص دنوں میں جمع ہوتے ہیں اور امریکہ میں مشرقی اور جنوبی ریاستوں میں مساجد نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن ڈیوان اسٹریٹ کی مسجد شکاگو، مینا پلس، منی سوٹا، واشنگٹن کے اسلامک سنٹروں (مسجدوں) میں عید کے اجتماع مشترکہ ہوتے ہیں۔ اتفاق سے ایک دوست بھی اپنی اہلیہ اور لڑکیوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے۔ واقفیت پرانی تھی، ہمارے اعتراض پر ان بیگم (بھابی صاحبہ) نے کہا کہ ایسے اجتماعات عید کی نمازوں کے مواقع ضرور ہونے چاہئیں تا کہ غیر مسلموں کو معلوم ہو کہ ہم مسلمان کس عقیدت سے نماز پڑھتے ہیں۔ ہم کیا کر سکتے تھے، چپ ہو گئے۔

مگر ہم نے شاہ مسجد، طہران، مسجد امام، مشہد۔ مسجد الگیلانی، بغداد۔ مسجد سعد کوفہ، مسجد اموی دمشق، بلیو مسجد (Blue Mosque) استنبول، مسجد صلاح الدین ایوبی اور مسجد بن عاص، قاہرہ۔ مسجد ابوعنان، فاس مراکش۔ مسجد عقبہ، قیروان تیونس۔ مسجد سلطان سنگاپور۔ (یہ سب بہت بڑی مساجد ہیں) ان میں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ صفوں میں مشترک نماز پڑھتے دیکھا۔ ان واقعات کو طوالت کی وجہ سے بیان کرنے سے قاصر ہوں مگر الحمدللہ پاکستان، ہندوستان میں مساجد میں ایسا نہیں ہوتا۔

مسجد میں عورتوں کی اباحت:

حضور ﷺ سے عورتوں کا مسجد میں آنا محض نماز کی تعلیم کے درجہ میں تھا نہ کہ تاکید یا فضیلت، استحباب کے درجہ میں تھا۔

آپؐ نے کبھی عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید نہیں فرمائی۔

باوجود اس رخصت و اباحت کے آنحضور ﷺ کا ارشاد ان کے لئے یہی تھا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ او

آپ ؐ نے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی اور ترغیب دی۔

حضرت ام حمیدؓ ایک مرتبہ حضورؐ سے یہ ترغیب سن کر آپؐ کے پیچھے نماز مسجد نبوی میں پڑھنی چھوڑ دی اور تمام عمر اپنی بند کوٹھری میں نماز پڑھتی رہیں۔ یہ عین اتباع اور منشاء نبویؐ کے حکم کی تکمیل کے سوا کچھ نہ تھا۔

مسجد نبویؐ میں عورتوں کی رخصت واباحت سے بھی وجوبات بنتی چلی گئیں۔ عورتیں بن سنور کر، لباس فاخرہ پہن کر خوشبویات لگا کر، چھن چھن کرتا ہوا زیور پہن کر نہ آیا کریں، چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

ترجمہ: ایک مرتبہ سرور کائنات ﷺ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں قبیلہ مزینہ کی ایک عورت زیب وزینت کا لباس زیب تن کئے، لچکتی مہکتی اندر آئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب وزینت کا لباس پہنے مسجد میں اس طرح آنے سے منع کو دو۔ کیونکہ بنی اسرائیل پر اس وجہ سے لعنت کی گئی کہ ان کی عورتوں نے اسی طرح عبادت گاہ میں آنا شروع کیا تھا۔ (ابن ماجہ۔ باب الفتنہ ص ۲۸۸)

حضرت زینبؓ فرماتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تھا۔

ترجمہ: ''جب تم میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز میں آئے تو ہرگز خوشبو نہ لگائے'' (رواہ مسلم، ج ا ص ۱۸۳)

ایک اور حدیث اسی سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ حضورؐ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا۔'' عشا کی نماز میں کوئی آئے تو ہرگز خوشبو نہ لگائے ۔ کوئی خاتون ایسا نہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ ص ۹۶)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''تم خدا کی بندیوں کی مسجد میں آنے سے روکو۔ مگر اس حالت میں آئیں کہ زیب وزینت اور خوشبو سے آراستہ نہ ہوں''

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت اور رخصت ضرور تھی مگر ان قیود اور شرائط کے ساتھ تھی اور ان فتنے رونما ہونے سے پہلے تھی جو بعد میں رونما ہوئے۔

دوران نماز مردوں اور عورتوں کا اختلاط:

دو باتیں دوران نماز حضورؐ کے زمانے میں ضرور ملحوظ رکھی جاتی تھیں، عورتوں کی صفیں الگ اور مردوں کے پیچھے ہوتی تھیں۔ مخلوط ہرگز نہیں بنتی تھیں پھر اس بات کا خاص اہتمام ہوتا تھا کہ نماز ختم ہونے کے بعد مردوں کے اٹھنے سے پہلے عورتیں چلی جاتی تھیں اور اس کے لئے باقاعدہ حضور ﷺ اور اصحاب کرام اجمعین اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہتے تھے۔ جب سب عورتیں باہر نکل جاتیں تب مرد حضرات باہر نکلتے تھے۔ یہ احتیاط اس لئے لازم قرار دی گئی تھی تا کہ اٹھتے اور باہر

نکلتے ہوئے ہجوم میں مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے کوئی ناخوشگوار پیش نہ آئے۔ بخاری سے روایت ہے۔

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں جب نماز باجماعت میں فرض نماز سے سلام پھیر لیتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور اپنے اپنے گھروں کو چل پڑتیں۔ اور بقیہ نمازی (صحابہ کرام اجمعین) بیٹھے رہتے۔ عورتوں کے جانے کے بعد سرور کائنات ﷺ جب اٹھ کھڑے ہوتے تب اور صاحبان بھی روانہ ہوتے'' (الصحیح البخاری۔ ج ۱۔ ص ۱۱۹)

ایک اور روایت میں حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیر لیتے تھے تو کچھ دیر کے لئے بیٹھے رہتے۔ صحابہ کرامؓ سمجھتے تھے کہ یہ (ٹھہرنا) اس لئے ہوتا ہے کہ عورتیں پہلے اٹھ کر باہر چلی جائیں۔'' (سنن ابی داؤد۔ ۱۔ ۱۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

''از روئے حدیث امام کو مقتدیوں کے حالات کی رعایت کرنا مستحب ہے اور خرابی پیدا ہونے والے امور سے احتیاط کرنی چاہیے اور تہمت کے موقع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (اس حدیث سے یہ معلوم ہوا) کہ مردوں اور عورتوں کا راستوں میں بھی اختلاط مکروہ ہے۔)

حضرت عمر فاروقؓ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے مرد اور عورتوں کے مسجد سے باہر نکلنے والے راستوں میں اختلاط کا سخت نوٹس لیا۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں فتوحات ایران اور شام کی وجہ سے مدینہ منورہ میں مال و دولت کی ریل پیل شروع ہوگئی۔ جس کی وجہ سے عورتوں میں سنگھار و آرائش، ملبوسات کی عمدگی و رنگینی عود کر آئی۔ ان سب باتوں سے فتنے کا اندیشہ ہی نہیں ہوا بلکہ اس نوعیت کی کئی شکائتیں آپؓ کے پاس آئیں۔ جس کے مدنظر آپ نے عورتوں کو کہا کہ وہ مسجد میں نہ آیا کریں۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں'' جوان عورتون کے لئے باجماعت نماز میں شرکت مباح نہیں۔''

اس روایت کے پیش نظر جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جوان عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع کر دیا اور اس لئے بھی ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ ہے اور فتنہ حرام ہے، اور جو چیز یا بات حرام تک پہنچانے میں مدد کرے وہ بات بھی حرام ہے'۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر عورتوں کو چھوٹی چھوٹی کنکریاں مار کر اشاروں سے مسجد سے باہر چلے جانے کو کہتے تھے' ظاہر ہے کہ وہاں صحابہ کرام اجمعین بھی موجود ہوتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جمعہ کے نماز کے وقت عورتوں کو مسجد سے باہر چلے جانے کو کہتے اور فرماتے کہ چلی جاؤ۔ تمہارے گھر کی نماز یہاں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (بدائع الصنائع)

ان تمام روایات سے یہ بات واضع ہوگئی کہ سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں آپؐ نے عورتوں کو گھروں میں

نماز پڑھنے کی ترغیب دی تھی۔اور اس کی فضیلت بیان فرمائی تھی' البتہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی مشروط اجازت تھی' لیکن آپؐ کے بعد صحابہ کرام اجمعین ہی زمانے میں اتنے حالات تبدیل ہو گئے کہ فتنے' فساد' بدنیتی پھیلنی شروع ہو گئی تو پھر صحابہ کبارؓ نے عورتوں کو قطعاً روک دیا۔ اس وجہ سے علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ عورتیں اپنے گھروں میں نمازیں پڑھیں۔

دارالافتاء دارالعلوم' کراچی کے فیصلے کا اس بارے میں خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مساجد کی جماعتوں یا عیدگاہوں میں حاضر ہونا مکروہ تحریمی ہے اور جن روایات میں مسجد میں آنے کی اجازت بارعایت دی گئی تھی۔ اولاً وہ محض اباحت' ورخصت کے درجہ میں تھی' ثانیاً یہ کہ وہ آپؐ کے دور نبوت میں فتنوں کے خالی زمانے میں تھی لہٰذا اس پرفتن کے دور میں عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ آنے کے لئے حضور ﷺ کے بابرکت زمانے سے استدلال کرنا درست نہیں۔

علامہ بدرالدین عینی کی روایت (البلاغ۔کراچی) کے حوالہ سے جو روایت حضرت عائشہؓ بیان کی گئی ہے ملاحظہ فرمایئے:

''اس زمانے کی عورتوں نے جو بدعات ومنکرات ایجاد کیں خصوصاً مصری عورتوں نے' اگر حضرت عائشہؓ ان کو دیکھتیں تو نہایت شدت سے انکار فرماتیں' آخر میں یہی علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد حضورؐ کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد کا ہے جبکہ اس زمانے ئیں عورتوں نے جو منکرات ایجاد کیں اس کو حضرت عائشہؓ دیکھتیں تو نہ معلوم کیا حکم فرماتیں۔

سوچئے ذرا علامہ بدرالدین عینیؒ ''نویں صدی ہجری کی عورتوں کی بے راہ روی دبے احتیاطی کی انتہاء ہو چکی ہے' پردہ جو قرآنی حکم ہے وہ رخصت ہو چکا ہے' اس کی جگہ قسم قسم کے نیم عریاں وعریاں لباس جن سے ستر کا بھی لحاظ نہین بلکہ فحاشی کی دعوت دید ہوتی ہے' اس سے بہتر ہے کہ عورتوں کو قطعاً کے نیم عریاں وعریاں لباس جن سے ستر کا بھی لحاظ نہیں بلکہ فحاشی کی دعوت دید ہوتی ہے' اس سے بہتر ہے کہ عورتوں کو قطعاً مساجد میں نہ آنے دیا جائے۔جبکہ زمانہ خیر القرون میں بھی مرد عورتوں کی اجتماعی نمازوں کا اہتمام نہیں ہوتا اب کیوں کر ہو سکتا ہے۔

عورتوں کی امامت:

عورت کی امامت خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز ہو کراہت سے خالی نہیں۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ''عورتوں کی جماعت میں امامت میں کوئی خیر نہیں''۔(مجمع الزوائد۔ا ص ۱۵۵)

حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ ''عورتوں کی امامت مکروہ' عورت امامت نہ کرائے۔چنانچہ خیر القرون میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا اور عورتوں کی اجتماعی نمازوں کا ثبوت نہیں ملتا' البتہ جزدی طور پر عہد نبوی کے بعد تین خواتین سے متعلق روایات مذکور ہیں کہ امامت کرائی گئی۔جن میں حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام ورقہؓ نے نواح مدینہ میں

امامت کرائی تھی، مگر یہ محض جزوی واقعات ہیں اور معمول سے ہٹے ہوئے ہیں۔ محققین و علمائے دین کا کہنا ہے کہ یہ روایات تعامل امت کے مقابلہ میں مرجوح ہیں۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ جن روایتوں سے حضرات صحابیاتؓ کی امامت ثابت ہے ان سے عورتوں کی امامت کا فی نفسہ جائز اور مباح ثابت ہوتا ہے یا نہیں، اس پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت چونکہ عورتوں کو دینی تعلیم اور نماز سیکھنے کا طریقہ سکھانا مقصود تھا، اس صورت کے پیش نظر مذکورہ صحابیات نے عورتوں کی امات کرائی تھیں جبکہ دوسر متعدد روائیتوں میں خود حضرت عائشہؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ سے خواتین کی امامت اور مساجد میں شرکت کی ممانعت مذکور کا واقع یا حکم ثابت ہوتا ہے اور یہ بات بالفعل درست ہے کہ عورت کی امامت اور مسجد میں مردوں کے ساتھ جا۔ ہے الگ صفوں میں ہی ہو مکروہ ہے۔ تمام علماء فقہا اس بات پر متفق ہیں۔

روزہ:

رمضان کے روزے رکھنا مرد اور عورت پر فرض ہیں، صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے ممنوعہ عمل سے باز رہنا ضروری ہے ورنہ روزہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے حضور سرور کائنات سے روایت بیان فرمائی کہ۔ ''روزہ دوزخ کی آگ میں سپر ہے (یعنی ڈھال ہے) روزہ میں فحش کلامی، گالم گلوچ نہ کرے''، اگر کوئی گالی دے تو اس کو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ بیہودہ مذاق، جھوٹ نہ بولے ہمارا کہنا یہ ہے کہ گانا بجانا، ناچنا، دیکھنا، یا سننا بھی ممنوعات میں سے ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار میرے لئے اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ خواہشیں ترک کرتا ہے، اس لئے میں اس کا بدلہ دوں گا۔

روزہ کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

''یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا............ لہذا تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پالے وہ اس ماہ کے روزے رکھے'' (البقرہ۔۱۸۵)

چنانچہ حضورﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ یہ مہینہ روزے سے گزارا۔ روزہ بہرحال مشقت کی چیز ہے، اس لئے قرآن میں ماہ رمضان کے روزوں کی تحدید اور فرضیت نہایت بلاغت کے ساتھ تدریجی طور پر کی گئی ہے۔

امام مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ رمضان کا پورا مہینہ نہایت مبارک ہے۔ انوار و برکات جو اس کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں، جو خیرات و برکات اس ماہ کی راتوں سے متعلق ہیں وہ اور ہیں۔ ممکن ہے اس وجہ سے حکم ہوا ہو کہ افطار میں جلدی کرو اور سحری میں تاخیر کرو۔

قرآن میں حکم ہوتا ہے کہ تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پالے اس کو چاہیے کہ پورے روزے رکھے، سفر میں روزہ رکھنا آدمی کے اختیار تمیز پر چھوڑ دیا گیا۔ نبیﷺ کے ہمراہ سفر میں جو صحابہ کرامؓ جایا کرتے تھے، ان میں سے کوئی روزہ

رکھتا تھا کوئی نہیں۔حافظ ابن تیمیہؒ نے نہایت قوی دلائل سے فتویٰ دیا کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم دو مرتبہ رمضان شریف میں سرور کائنات ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے' پہلی مرتبہ جنگ بدر میں اور آخری مرتبہ فتح مکہ کے موقع پر' دونوں باری ہم نے رمضان کے ان دنوں میں روزے نہیں رکھے۔قضا رکھے۔(معالم القرآن۔ج'۲ ص۳۴۹)

رمضان کی راتوں میں:

قرآن پاک کھولئے اور پڑھئے:

ترجمہ: تمہارے لئے یہ بات جائز ہے کہ روزوں کے دنوں میں رات کے وقت اپنی بیویوں سے خلوت کرلو' وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے۔اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کررہے تھے' مگر اس نے تمہارا قصور معاف کردیا۔اور تم سے درگزر فرمایا۔لہذا اب بغیر کسی اندیشہ کے اپنی بیویوں سے خلوت کرو۔اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے مقرر کردیا ہے اسے حاصل کرو' نیز راتوں کو کھاؤ پیو' یہاں تک کہ صبح کی سپید دھاری رات کی کالی دھاری سے نمایاں ہو جائے۔پھر رات تک روزے کا وقت پورا کرو۔

ہاں اگر تم مسجد میں اعتکاف کررہے ہو تو اس حالت میں تم کو اس حالت میں بیویوں سے خلوت نہ کرنی چاہیے' یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدود ہیں۔ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔اللہ اسی طرح اپنے احکام واضح کردیتا ہے۔تاکہ لوگوں میں متقیانہ سیرت پیدا ہو۔''(البقرہ۔ص۱۸۷)

مندرجہ بالا احکام قرآن کے اس قدر واضح اور صاف ہیں کہ اس کی کسی تشریح کی ضرورت نہیں

بہشت کا ایک دروازہ ہے:

بہشت کا دروازہ''ریان'' ہے۔جو صرف روزہ داروں کے لئے کھلتا ہے۔روزہ داروں کے علاوہ اور کوئی شخص اس دروازہ سے داخل نہیں ہوسکتا۔

حضورؐ ارشاد گرامی ہے جو شخص جھوٹ بولتا ہے' ریاکاری ہے' تو اللہ پاک کو یہ احتیاج نہیں کہ وہ دن بھر کچھ کھاتا پیتا نہیں۔یعنی روزہ رکھنے کی غرض سے بھوکا پیاسا رہے۔اللہ کو اس کی پرواہ نہیں۔

روزے کی اصل غایت یہ ہے کہ گناہوں سے گریز کرے' دھوکہ دہی' ذہنی لذتوں سے بچنا (یعنی ناچ گانا' سننا اور دیکھنا) اللہ کی عبادت میں شامل ہے' اگر یہ نہیں تو اس نے فاقہ کیا تو روزہ نہیں رکھا۔حضرات صوفیہ کا کہنا ہے کہ روزہ رکھنا گویا مقام صمدیت میں داخل ہونا ہے جو اعلیٰ ترین مقام ہے۔

بحث ونظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

آخری قسط

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

(۳) غنا کی دو قسمیں ہیں ا۔ وہ جس کی وجہ سے زکوٰۃ دینا لازم ہو جاتی ہے۔

۲۔ جس کی وجہ سے زکوٰۃ یا دیگر صدقات واجبۃ لینا ناجائز ہوتا ہے۔

لہذا ایک تولہ سونا' ایک گائے یا دیگر حوائج اصلیۃ سے زائد سامان والوں کے پاس جب ۲۰' ۳۰ روپے نقدی ملا کر اگرچہ نصاب بنا تا ہے مگر بعض شرائط نہ ہونے کی وجہ سے اس پر زکوۃ واجب نہیں لیکن ایسے شخص کے لئے زکوۃ کے پیسے لینا حرام ہے اگرچہ وہ زکوٰۃ لینے کا زیادہ محتاج ہو اور موجودہ دور میں ایسے لوگوں کی تعداد کثرت سے ہے جو زکوٰۃ وصول کرتے ہیں مگر ان کے پاس چاندی کے نصاب کے مطابق سرمایہ ہوتا ہے تو بناءً بر نصاب' چاندی زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا نہ ہوگی اور یہ ضرر عظیم ہے۔

(۴) آج کل تقریباً ۹۸ فیصد گھروں میں چاندی کا نصاب موجود ہے۔ جس کی وجہ سے ان پر قربانی وغیرہ لازم ہے لیکن وہ نقدی نہ ہونے کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہیں۔

(۵) اسی طرح اگر کسی کے گھر میں بیوی یا شوہر کے پاس ایک تولہ سونا ہو اور ساتھ بارہ پندرہ روپے نقدی ہو اور کوئی قرض وغیرہ نہ ہو تو چاندی کے نصاب کے مطابق سال کے بعد موجودہ حساب سے زکوۃ لازمی ہے اور ۸۰ فی صد لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے جس کی وجہ سے گناہ کبیرہ میں ملوث ہیں۔

(۶) دور حاضر میں سرکاری ملازمین کی تنخواہ تقریباً اتنی ہوتی ہے کہ چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہے لہذا اگر کوئی شخص عید الاضحیٰ سے ایک دن قبل تنخواہ لے لے اور یہی تنخواہ اس کے پاس عید کے دن تک رہے تو شرعاً اس پر قربانی لازم ہے جبکہ یہ تنخواہ اس شخص کا ماہانہ خرچہ بمشکل پورا کرتی ہے۔ لامحالہ یہ شخص قرض لینے پر مجبور ہوگا جو ضرر سے خالی نہیں۔ اور نہ ایسے لوگ قربانی کرتے ہیں جو کہ گناہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے اضرار اس میں موجود ہیں جو غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہو جاتے ہیں۔

علماً محقق کی آرأ:

اسلئے موجودہ حالات اور ان مضرات کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض محققین علماً نے سونے کو اموال تجارت اور موجودہ کرنسی کیلئے معیار نصاب قرار دیا ہے جن میں دور حاضر کے عظیم محقق علامۃ وھبہ الزحیلی بھی شامل ہیں چنانچہ آپ

فرماتے ہیں:

(۱) ویقدر نصابها كما بينا بسعر صرف نصاب الذهب المقرر شرعاً وهو عشرون ديناراً او مثقالاً و نختار ان يكون وزنها ذهبا ۸۵ غراماً...... و الاصح تقدير نصاب الورقي بالذهب لانه المعادل لنصاب الانعام (الابل و البقر و الغنم) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۷۷۳) ترجمہ: اموال تجارت کا معیار نصاب سونے کو قرار دیا جائے جو شرعاً بیس دینار یا بیس مثقال مقرر ہے جس کا وزن ۸۵ گرام ہے اور آگے لکھتے ہیں صحیح یہ ہے کہ موجودہ کرنسی کے لئے میعار نصاب سونا قرار دیا جائے اس لئے کہ یہ نصاب دیگر نصابوں کے برابر ہے (مثلاً گائے 'بیل' وغیرہ کا نصاب)

(۲) اسی طرح موجودہ دور کے مشہور و معروف محقق علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں ويذهب علماً آخرون الى ان تقدير النصاب يحب ان يكون بالذهب .... و يبدو لي ان هذا القول سليم الوجة قوي الحجة. آگے لکھتے ہیں کہ

لهذا كان الاولى ان نقتصر على تقدير النصاب في عصرنا بالذهب و اذا كان التقدير بالفضة انفع للفقرء و المستحقين فهوا اجحاف بار باب الاموال و ارباب الاموال في الاموال ليسوا هم الرأسماليين و كبار الموسرين بل هم جمهور الامة. (فقہ الزکاۃ ۱/۲۶۴'۲۶۵)

ترجمہ: اور دوسرے علماً معیار نصاب کو مقرر کرنے کے بارے میں سونے کی طرف گئے ہیں اور مجھے بھی یہ قول صحیح اور قوی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اولی یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سونے کو معیار نصاب بنانے پر اقتصار کیا جائے اگر چہ چاندی کے نصاب میں فقراء اور مستحقین کا فائدہ ہے لیکن وہ اموال کے مالکین کیلئے ضرر رساں ہے۔

(۳) اسی طرح علماء عرب کی ایک بڑی جماعت کا فیصلہ ہے کہ موجودہ دور میں چاندی کی بجائے سونے کے نصاب کو کرنسی اور اموال تجارت کے لئے معیار نصاب ہے

قد قرر موتمر علمأ المسلمين الثاني و موتمر البحوث الاسلامية الثاني عام ۱۳۸۵/۱۹٦٥ في شان الزكاة .... و ان يكون تقويم نصاب الزكاة في نقود التعامل المدنية و الاوراق النقدية و عروض التجارة على اساس قيمتها ذهبا. تعليق الدكتور مصطفى كما و صفي عل اشرف الصغير ۱/٥٨٦ بحو اله جديد فقهي مباحث ۷/۸۱۰

موتمر علمأ المسلمین اور موتمر مجوث اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ موجودہ کرنسی اور دیگر معدنیات اموال تجارت

کانصاب زکوۃ سونے کی قیمت پر قرار دیا جائے۔

(۴) مشہور و معروف عالم دین ڈاکٹر علی جمعہ استاذ بالجامعۃ الازہر الشریف فرماتے ہیں:

والرأی فی ذالک عندی ان اللہ قد خلق فی الذھب خصائص ثمن لاتوجد فی غیرہ وانہ ثابت النسبۃ بینہ وبین باقی السلع والعروض غالباً الی یومنا ھذا وان اللہ قد بدابہ فی کتابہ فھو یصلح دائما معیار للتقویم (جدید فقہی مباحث ۷/۶۷۵-۶۷۶)

اس بارے میں میری یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کو پیدا کیا ہے اور اس میں وہ خصائص رکھے ہیں جو دوسری دھاتوں میں نہیں پائے جاتے اور آج تک سونے اور دیگر معدنیات اور عروض تجارت کے درمیان نسبت ثالث ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سونے سے شروع کیا ہے لہذا اس مصلحت کی بناء پر اسکو دائماً معیار نصاب قرار دیا جائے۔

(۵) شیخ ابوزھرہ شیخ خلاف اور شیخ حسن کی آرأ:

ویذھب علمأ آخرون الی ان تقدیر النصاب یجب ان یکون الذھب......... وھذا ما اختارہ الاساتذہ' ابوھرہ وخلاف وحسن فی بحثھم عن الزکاۃ۔ (فقہ الزکاۃ ۱/۲۶۴) ترجمہ: دوسرے علمأ کی رائے یہ ہے کہ سونے کو معیار نصاب قرار دیا جائے اسی کو امام ابوزھرہ خلاف' حسن وغیرہ محققین نے اختیار کیا ہے۔

(۶) شیخ الازہر شیخ جاء الحق علی جاد الحق کی رائے گرامی:

النصاب الشرعی للمال النقدی الذی تجب فیہ الزکوۃ بعد استفاء باقی الشروط ھو ما تقابل قیمتہ بالنقود الحالیۃ قیمۃ (۸۵) جراماً من الذھب (الازھر من فتاوی فضیلۃ آلامام ص ٦٧)

مال شرعی نصاب وہ ہے جس میں دیگر شرائط پورا ہونے کے بعد زکوۃ واجب ہوتی ہے ایک شرط یہ بھی ہے کہ موجودہ کرنسی کی قیمت ۸۵ گرام سونے کے برابر ہو جائے۔

(۷) مولانا محمد شعیب مفتاحی کی رائے گرامی:

اس لئے مناسب یہی ہے کہ نصاب زکوٰۃ کے لئے سونے کو اصل قرار دیا جائے اس میں اگرچہ پہلے قول کے برعکس فقرأ اور مستحقین کے حق میں نسبتاً فائدہ کم ہے مگر امت مسلمہ کے عام افراد جن کے ذمہ زکوٰۃ ہے ان کے حق میں سہولت ہے اس کے علاوہ موجودہ دور میں چاندی کے نصاب کے اعتبار سے بہت ہی کم مقدار مال پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ جو اسلامی عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ (جدید فقہی مباحث ۷/۶۵۶)

(۸) ڈاکٹر حمید اللہؒ کی رائے:

مشہور ومعروف علمی شخصیت علامہ ڈاکٹر حمید اللہؒ (فرانس) جن کی علوم دینیہ پر گہری نظر ہے ان سے بہاولپور میں ایک خطبہ کے دوران سوال کیا گیا کہ کتنی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی تو اس کے جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ اس کے متعلق اولاً یہ سوچنا چاہیے کہ عہد نبوی ﷺ میں درھم کی قوت خرید کیا تھی یعنی ایک درھم سے کتنا کام ہوسکتا تھا' پھر اس کی اساس پر ہم اب یہ دیکھیں کہ آج وہ غرض کتنے روپوں میں پوری ہوتی ہے سیرت کی کتابوں میں ذکر آتا ہے کہ آٹھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ معظمہ کی فتح کے بعد وہاں حضرت عتاب بن اسیدؓ کو گورنر مقرر کیا اور انکی تیس درھم ماہانہ تنخواہ مقرر کی' اس تنخواہ میں گورنر اس کی بیوی اور اس کے بچے اس کے گھر کے ملازم اور غلام وغیرہ سب گزارہ کرتے تھے میری رائے میں اس پہلو پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ ۲۰۰ درھم کی جگہ آسانی کے ساتھ ایسی شرح مقرر کی جاسکے جو سامان کی گرانی کے باعث ہمیں مناسب نظر آئے۔ فرض کیجئے کہ ایک درھم کو ایک روپے کے برابر تصور کرلوں تو آج کل کی گرانی میں ۲۰۰ درھم انہی حقیر رقم ہے۔ کہ وہ ہمارے ہاں کے چپڑاسی کو بھی ماہانہ تنخواہ دی جائے تو وہ بھی قبول نہیں کرتا (خطبات بہاولپور ص ۳۹۲' ۳۹۳)

(۹) پروفیسر محفوظ احمد صاحب:

اس زری پالیسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مروجہ کرنسی متناسب محفوظ سرمایہ جو کہ سونا ہوتا ہے کی بنیاد پر جاری کیا جاتا ہے لہذا کرنسی چاندی کی بجائے سونے کو قائم مقام سمجھا جائے۔ لہذا ادائیگی زکوۃ کے وقت اس نصاب سونے کی قیمت ہی کے حساب سے مقرر کیا جائے نہ کہ چاندی کی قیمت کے حساب سے۔ (منہاج ص ۱۰۰ شمارہ اپریل تا جون ۱۹۹۶) اور آگے لکھتے ہیں کہ ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کرنسی نوٹوں پر زکوۃ کا نصاب طے کرنے کیلئے چاندی کے نصاب کی بجائے سونے کے نصاب کو معیار بنانا شریعت کی روح زکوۃ کے زیادہ قریب ہے۔ (منہاج ص ۱۰۵ ۱۹۹۶ اپریل تا جون)

اس کے علاوہ بھی امت کے دوسرے مستند علماءؒ ومفتیان موجودہ حالات کو دیکھ کر یہی رائے رکھتے ہیں۔

حالات کے مطابق احکام کی تبدیلی:

موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق معیار نصاب کو تبدیل کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہوگی اسلئے کہ اسلامی احکامات کا حالات سے بہت گہرا تعلق ہے' زمانہ اور حالات کی تبدیلی سے احکام میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ مثلاً شراب کی حرمت کے بارے میں حالات کی مناسبت سے احکام نازل ہوئے تھے اگر حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھے بغیر دفعتہً واحدۃً حرمت نازل ہوتی تو صحابہ کرام میں بجائے حکم کی تعمیل کے نافرمانی کا شدید خطرہ تھا۔ اس بات کا اقرار حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ خود کرتی ہیں۔

انما نزل اول مانزل سورة من الفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا تاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول مانزل لاتشربوا الخمر لقالوا لاندع الخمر ابدآ ولونزل لا تزنوا لقالو الاندع الزنا ابداً۔ (شاطبی بحوالہ احکام شرعیۃ میں حالات وزمانہ کی رعایت ص۲۶)

ترجمہ: قرآن کریم مفصلات سورتوں میں پہلے وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت ودوزخ کا ذکر تھا پھر مسلمانوں میں ایمان راسخ ہوا اور اسلام کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کے احکامات نازل فرمائے۔ اگر پہلے یہ نازل ہوتا کہ تم شراب مت پیو، تو لوگ ضرور کہہ دیتے کہ ہم شراب کو کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑ سکتے اور اگر یہ نازل ہوتا کہ زنا مت کرو تو لوگ ضرور کہتے کہ ہم کبھی بھی زنا نہیں چھوڑ سکتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ احکام اسلام مصلحت وحالات کے مطابق نازل ہوئے ہیں۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں:

وذلک لان الاحکام شرعت والايات نزلت لمصالح العباد وتكميل نفوسهم فضلا من الله ورحمة وذلك يختلف باختلاف الامصار والاشخاص كاسباب المعاش فان النافع في عصر واحد يضر في اخير۔ (بیضاوی ص۹۸)

ترجمہ: اور نسخ کا جواز اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے نفوس کی تکمیل کے لئے اپنے فضل وکرم سے بندوں کے مصالح کیمطابق آیات نازل فرمائیں اور اسلامی احکامات کا حکم دیا اور یہ امور زمانے اور حالات واشخاص کی وجہ سے مختلف ہوئے جیسے معاش کے اسباب کہ وہ ایک وقت میں نفع بخش ہوتے ہیں اور دوسرے میں ضرر رساں ہوتے ہیں

اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو پھر احکام میں نسخ' تقید واطلاق نہ ہوتا' حالانکہ جب ہم قرآن وسنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ چیزیں سامنے نظر آتی ہیں۔ علامہ آمدی فرماتے ہیں:

ولا اختلاف المصالح باختلاف الازمنة لما كان كذلك ومع جواز اختلاف المصالح باختلاف الازمنة لايكون النسخ ممتنعاً (احکام الاحکام ۳/۱۲۶)

ترجمہ: اگر مصالح کا اختلاف زمانے کے اختلاف سے مختلف نہ ہوتا تو احکامات بھی جوں کے توں ہوتے اور جب مصالح کا اختلاف زمانے کے اختلاف کے ساتھ واضح ہوا تو احکام کا نسخ ممتنع نہ ہوتا۔

معلوم ہوا کہ احکامات میں زمانے کے حالات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے اور اسی کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ عبدالرحمان الجزائریؒ فقہا کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ان الله انزل من الاحكام مايصلح لكل زمان ومكان فمنها مانص عليه نصاصريحا ومنها قواعد عامة تمكن تمانقها حسب ظروف الناس واحوالهم وبيساتهم (کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ۱/۷ امقہ، مہ ثانیہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وہ احکامات نازل کئے جنمیں ہر زمان اور ہر مکان کی صلاحیت موجود ہے انمیں بعض وہ ہیں جس پر نص صریح نازل ہوئی اور بعض عام قائدے کی شکل میں ہیں جنکی وجہ سے لوگوں کے احوال، ماحول اور انکے ظروف میں تطبیق ممکن ہے

سلئے جب حالات بدل جائیں اور وہ اجتہادی حکم ان حالات کے موافق نہ رہے بلکہ اس سے بجائے نفع کے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس حکم کے بارے میں نئے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ لوگ فتنہ وفساد میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

علامہ تقی امینی الموافقات کے حوالہ سے لکھتے ہیں: فلا بد من حدوث وقائع لاتکون منصوصا علی حکمها و لایوجد للاولین فیها اجتهاد و عند ذلک فاما ان یترک الناس فیها مع اهوائهم او ینظر فیها بغیر اجتهاد شرعی وهو ایضا اتباع و ذلک قلة فساد (احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت، ص ۳۳)

ترجمہ: یہ بات ضروری ہے کہ ایسی نئی نئی صورتیں پیش آئیں جن کا حکم صراحۃً موجود ہو اور نہ پہلے لوگوں نے اجتہاد کیا ہو ایسی حالت میں اگر لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ من مانی کریں یا اجتہاد شرعی کے بجائے محض اٹکل کے تیر چلائیں تو یہ سب فساد اور ہلاکت ہے اسی طرح آخرت کے مصالح بھی دنیاوی مصالح کو پورا کئے ہیں بغیر تمام نہیں ہوسکتے۔ اگر حالات کو خاص اہمیت نہ دی جائے تو احکام شرع کی بقا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

واعلم ان مصالح الاخرة لاتتم الابمعظم مصالح الدنيا كالماكل و المشارب و المناكح و كثير من المنافح........ و امالا موال فحق الله فيها تابع لحقوق العباد.

(قواعد الاحکام ص ۶۷ بحوالہ احکام شرعیہ میں زمان وحالات کی رعایت ص ۴۱)

یہاں یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ آخرت کے مصالح دنیا کے اہم مصالح کا لحاظ رکھئے بغیر پورے نہیں ہوسکتے جیسے کھانا پینا اور شادی وغیرہ کے علاوہ بہت سارے منافع کا حصول اور آگے لکھتے ہیں۔ حتی کہ اموال میں بھی اللہ تعالیٰ کا حق بندوں کے حقوق کے تابع ہے۔ حالات کی تبدیلی اور مہنگائی کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اس نصاب دیت میں تبدیلی فرمائی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چلا آرہا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: عن عمرو بن شعيب رسول الله ﷺ قال كانت قيمة الدية على عهد رسول الله ﷺ ثمانمائة دينار اور ثمانية الاف درهم و دية اهل الكتاب يومئذ النصف من دية المسلمين قال فكان ذلك كذلك حتى استخلف عمر فقام خطيبا فقال الاان الابل قد غلت قال غفرضها عمر على اهل الذهب الف دينار و على اهل الورق اثنى عثر الف

درھم (سنن ابی داؤد ۲/ ۲۶۹)

حضرت عمر بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیت -/۸۰۰ دینار اور -/۸۰۰۰ ہزار درھم ہوا کرتی تھی جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے اپنے دور میں ایک خطبہ دیا اور فرمایا کہ اونٹوں کی قیمت بھر چکی ہے اس لئے آپؓ نے سونے کے مالکان پر ایک ہزار دینار اور چاندی کے مالکان پر ۱۲ ہزار دراہم مقرر کئے۔

حضرت عمرؓ کے اس اعلان سے صاف واضح ہوا کہ مہنگائی اور تغیر حالات کے پیش نظر انصبہ میں تبدیلی کرنی چاہیے بشرطیکہ کوئی حکم شرعی قطعی طور پر اس پامال نہیں ہوتا ہو۔ اسلئے اس دوز میں بھی لوگوں کے احوال اور زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ جو ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم موجودہ دور میں چاندی کے نصاب کو معیار بنانے کے بجائے سونے کے نصاب کو معیار بنائیں ورنہ بصورت دیگر بہت سارے مضرات کا سامنا کرنا پڑے گا جو فتنہ و فساد اور دین سے دوری کا سبب بھی بن سکتا ہے کہ لوگ اپنے اخراجات اور مہنگائی کو دیکھ کر زکوٰۃ دینا چھوڑ دیں گے جس کی وجہ سے وہ ایک فریضہ کے تارک اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو جائینگے

انفع للفقراء کا جواب اموال تجارت اور موجودہ کرنسی کا نصاب جو چاندی کے نصاب کا تابع منایا جاتا ہے تو اس کے لئے بنیادی دلیل فقہاء کرام کا یہ قول ہے کہ جو نصاب فقراء کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو اس کے مطابق دیگر اموال تجارت کی قیمت اسی قول کی وجہ سے چاندی کو ترجیح دی گئی ہے مگر اس پر جب غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی نص نہیں بلکہ احوال الناس پر مبنی ترجیح تھی اس وقت فقراُ کا فائدہ چاندی کے نصاب میں تھا لیکن آج کل سونے میں ہے اور اس ترجیح پر عمل ضرر سے خالی بھی نہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ۱۰۰ میں ۹۸ فیصد لوگوں کے پاس ایک تولہ سونا یا حوائج اصلیہ سے زائد سامان موجود ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ ۱۰۰ فیصد لوگوں کے پاس کچھ نہ کچھ پیسے ضرور ہوتے ہیں تو جب سونے کے زیور کی قیمت لگائی جائے اور اس نقدی کو ساتھ جمع کیا جائے تو یہ شخص غنی بن جائے گا جس کو زکوٰۃ لینا اور دینا دونوں جائز نہیں حالانکہ وہ شخص بیماری یا دیگر حوائج کے لئے پیسوں کا محتاج ہوتا ہے بخلاف سونے کے نصاب کے کسی صورت میں اس یک جملہ مالیت نصاب تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے نصاب کے ہوتے ہوئے اس محتاج کو زکوٰۃ دینا اس کا زکوٰۃ قبول کرنا دونوں جائز ہے۔

اسی طرح انفع للفقراء کے قول کی رعایت کی بنا پر چاندی کے نصاب کو ترجیح اس وقت یقیناً نہایت معقول ومناسب تھی جب کہ دونوں نصابوں کی قدر مین بہت نمایاں فرق نہ تھا اور دونوں نصابوں میں سے ہر ایک میں عملاً انفع للفقراء بن سکنے کا امکان تھا، لیکن موجودہ دور میں صرف انفع للفقرء کی بنیاد پر ترجیح دینے کا واضح مطلب متعین طور پر چاندی کے نصاب کو ترجیح دینا ہوگا اور انفع للفقرء کی ایسی رعایت جس کے نتیجے میں سونے کا نصاب بالکلیہ متروک ومھجور ہو جائے میرے خیال میں مناسب و برمحل نہیں بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نصاب اس وقت معیار ہوگا جب

اس میں دوسری جانب ضرر نہ ہو اسلئے کہ لاضرر و لاضرار فی الاسلام کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق میں کسی کو ضرر دینا جائز نہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عامل کو منع فرمایا تھا کہ وہ لوگوں کے اموال سے عمدہ اور بہترین مال زکوۃ میں وصول نہ کرے۔ اور نہ ردی مال لے لے بلکہ متوسط مال وصول کرتا رہے۔ تا کہ نہ فقیر کو ضرر ہو اور نہ مالک یعنی غنی کو جبکہ چاندی کی نصاب میں تقریباً صاحب مال کو ضرر ہے اس لئے کہ جب اس کی مالیت اتنی ہو تو اسپر قربانی لازم ہے حالانکہ وہ دیگر حوائج کو پورا کرنے کے لئے اس رقم کا زیادہ محتاج ہے اور جب وہ زکوۃ یا قربانی ادا کرے کہ اس کی ضروری حاجات رہ جائیں گے اور بسا اوقات وہ قرض کے نتیجے دب جاتا ہے جو عمری کوفت کا باعث بن جاتا ہے اس لئے موجودہ دور میں انفع للفقراء یہ ہے کہ سونے کو معیار نصاب قرار دیا جائے۔

__قلت:__ اس پوری تفصیل سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فریضہ زکوۃ کو امراء پر فرض کیا ہے غریب لوگ اس فریضہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں اب اگر ہم آج کل کے حساب کے مطابق غور وفکر کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ چاندی کے نصاب کی مالیت کے مالک کو معاشرے میں امیر نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو غرباً اور نادار لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے لہذا اگر ہم اس قسم کے لوگوں پر وجوب زکوۃ لاگو کریں تو یہ فلسفہ زکوۃ کے خلاف ہوگا اور جس طرح شریعت موسوی یا عیسوی میں نظام زکوۃ کے لزوم میں امیر وغریب کی کوئی تفریق نہ تھی اسی طرح یہاں بھی وہی ہوگا اور جو اسلام کی امتیازی شان کے خلاف ہے اور ساتھ لوگ بڑے کرب وتکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے کہ

۱۔ کرنسی نوٹوں کے اجراء کی بنیاد سونا ہوتی ہے۔

۲۔ عصر حاضر میں چاندی کے نصاب کی مالیت کی رقم کا مالک غنی نہیں کہلاتا جبکہ سونے کے نصاب کی رقم کا مالک غنی کہلاسکتا ہے۔

۳۔ دیگر نصابات چاندی کی مالیت کی بجائے سونے کی مالیت کے زیادہ قریب ہیں۔

۴۔ سابقہ شرائع کے پس منظر میں سونا اصل معیار ہے جبکہ چاندی اور دیگر نصابات انہی کے مطابق مقرر کئے گئے۔ البتہ چاندی بلحاظ جنس چاندی کا نصاب وہی رہے گا جو حضور اکرم ﷺ نے مقرر فرمایا جبکہ دیگر وہ مالیاتی اشیاء جن کا نصاب شارع علیہ السلام نے مقرر نہیں فرمایا لیکن وہ مال کے ضمن میں آتی ہیں ان کی زکوۃ کا نصاب طے کرتے وقت چاندی کے بجائے سونے کو مقرر کرنا اقرب الی الصواب ہے۔ لہذا اہل علم حضرات کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ پر غور وفکر فرمائیں تا کہ فقراء اور امراء دونوں اس دلدل سے نکل جائیں اور فلسفہ نصاب اور فلسفہ زکوۃ دونوں پر عمل ہو میری ناقص رائے میں ان سب باتوں کا لحاظ صرف اسی میں ہے کہ سونے کا نصاب ہر اس مال کے لئے معیار نصاب مقرر کرنا مناسب ہے جن کے نصاب کو شریعت مقدسہ نے منصوصاً مقرر نہیں کئے ہیں جیسے موجودہ کرنسی، اموال تجارت وغیرہ۔

ادارہ

افکار و تاثرات ____________ قارئین بنام مدیر

عبدالمجیب' سابق مشیر حکومت سعودی عرب

اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ:

۱۶ جنوری ۲۰۰۳ء کے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں جناب ارشاد احمد حقانی نے عنوان بالا کے تحت اپنے گزرے ہوئے دو کالموں (۲۸ اور ۲۹ نومبر ۲۰۰۲ء) کے تسلسل میں تیسری مرتبہ بھی ایک اسکالر جناب طارق جان کی تحریر پیش کی ہے۔ حیرت ہے کہ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' اسلام آباد کے مذکورہ سینئر اسکالر نے اس تازہ اور آخری قسط کا اختتام ایک غلط بیانی پر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں کہ ''آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ شافعیؒ مالکؒ اور حنبلؒ چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے۔'' اس جھوٹ کی تردید میں صرف اتنا بتانا ہی کافی ہوگا کہ سعودی عرب میں جہاں بیک وقت دو فقہ (مالکی اور حنبلی) رائج ہیں وہاں عورت کے چہرے کا پردہ نافذ العمل ہے۔ ویسے اسلام کے پانچ مستند مکاتبِ فکر ہیں یعنی حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی اور اہلحدیث جن میں سے صرف کچھ حنفی فقہا چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے لہٰذا امر واقعہ یہ ہے کہ علماء وفقہا کی عظیم اکثریت حجاب و نقاب کو قرآن کا حکم تسلیم کرتی ہے۔ جو اقلیتی علماء اس کو ضروری نہیں سمجھتے وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ عورت کا احرام حج وعمرہ اس کا ''کھلا چہرہ'' مقرر ہے' اب اگر چہرہ معمولاً کھلا ہوتا تو خصوصی حکمِ احرام بے معنی نہیں ہو جاتا؟ پھر خاتمہ احرام کی واحد نشانی بھی یہ ہی ہے کہ ''کھلا چہرہ'' پھر سے معمول کے مطابق ''بانقاب چہرہ'' ہو جائے۔ مزید برآں یہ اقلیتی علما اس مشہور فرمان نبوی کو بھی مانتے ہیں کہ مرد مسلمان جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے' ظاہر ہے کہ یہ ہدایت نبویؐ بھی اسی لئے تو دی گئی ہے کہ مسلم خواتین معمولاً اور حکماً بانقاب ہوتی ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر صحیح بات یہ ہے کہ قرآنی حکم حجاب پر بالفعل اتفاق کامل ہے' لہٰذا اجماع امت عورت کے چہرے کے پردے پر ہے نہ کہ اسکی بے پردگی پر کہ جس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا' جنوں کا خرد۔

اس تازہ ترین مضمون نمبر ۳ میں دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ ''ایک طرف وہ (قدامت پرست) چہرے کو چھپانے کا کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کیلئے باعث کشش ہے لیکن آنکھیں جو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں انہیں کھلا رکھنے یا اجازت دیتے ہیں''۔ مضمون نگار ذرا اتنا ہی بتا دیں کہ ایک چیچک زدہ شکل پر نرگسی آنکھیں ان کو کتنا متاثر کریں گی؟ چہرے کا حسن تو مجموعہ ہوتا ہے رنگت' عارض' ناک' ہونٹ' جبین' بھنویں' اور آنکھوں کے امتزاج کا' صرف آنکھ اس سے وہ صنفی کشش پیدا نہیں ہوسکتی جو پورا چہرے سے ہوتی ہے' اسلئے اسلام (قرآن) نے چہرے پر حفاظتی پہرے لگایا ہے نہ کہ آنکھوں پر۔ اس تیسری قسط میں تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ ''قرآن کے کسی لفظ کے معنیٰ کے تعین میں لغت کو اولیت

حاصل ہے اس کے بعد خود قرآن کا متن اور رسولؐ کے ارشادات مبارکہ ہیں" جبکہ درست بات یہ ہے کہ اولیت لغت کے بجائے متن قرآن کو حاصل ہے' پھر متن کا سیاق وسباق (جس کا ذکر ہی نہیں ہے) اس کے بعد لغت اور ارشادات رسولؐ ہیں۔ معنی کے تعین کیلئے ان چار عناصر کی بیان کردہ ترجیحی ترتیب میں الٹ پھیر وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

جہاں تک اصل (پہلی دو اقساط) کا تعلق ہے تو وہ خلط مبحث کا شاہکار ہے کیونکہ اس میں قرآں کے احکام ستر اور احکام حجاب ونقاب کو خلط ملط کر کے ایک کو دوسرے سے متصادم گردانا ہے۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ عورت کیلئے احکام ستر الگ ہیں جو سورۂ نور کی آیت ۳۱ میں اور احکام حجاب ونقاب الگ ہیں جو سورۂ احزاب کی آیات ۵۳ اور ۵۹ میں ہیں۔ احکام ستر کا تعلق گھر کے اندر اپنے محرموں (باپ' بھائی' بیٹا' چچا' ماموں' خسر وغیرہ) کے درمیان عام جسمانی پردے سے ہے جبکہ احکام حجاب گھر سے باہر نامحرموں سے ایک زائد اور اضافی چہرے کے پردے سے ہے۔ ان حقائق کو نظرانداز کر کے جناب محقق نے یہ بے جا سوال اٹھایا ہے کہ "کیا سورۂ نور (آیت ۳۱) کا نزول اس لئے تھا کہ وہ سورۂ احزاب (آیت ۵۹) سے متصادم ہو؟ اگر یہ بات نہیں تو کیا پھر یہ نسخ ومنسوخ کا مسئلہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو بتایا جائے' اگر نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی احکامات (نعوذ باللہ) ترتیب اور نظم سے محروم ہیں؟ تعجب ہے کہ سائل لاعلم ہے کہ نظم وترتیب قرآن کا ہی تو یہ اعجاز وکمال ہے کہ پورا قرآن کی ترتیب نزولی نہیں' موضوعاتی ہے' مثلاً نزولی اعتبار سے سورۂ احزاب پہلے نازل ہوئی اور سورۂ نور بعد میں' مگر ترتیب قرآن میں سورۂ نور پہلا ہے اور سورۂ احزاب بعد میں۔ اسکی حکمت یہ ہے کہ پہلے گھر کے اندر محرموں سے عورت کا پردہ (ستر) معروف ومقرر کر دیا جائے جو ماسوائے تین چیزوں (چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے پیروں) کے اسکا پورا جسم ہے' پھر گھر سے باہر نامحرموں سے اس کا ستر پر اضافی پردہ (چہرے کا) بھی معین کر دیا جائے۔ حالانکہ حکم حجاب ونقاب سورۂ احزاب کی دو الگ الگ آیات (۵۳ اور ۵۹) میں بیان ہوا ہے جناب اسکالر اس کو حکم عام نہیں مانتے بوجہ اسکے کہ آیت ۵۳ کا تعلق ازواج النبیؐ سے ہے اور آیت ۵۹ کا تعلق خواتین کی وقتی پہچان سے ہے۔ اگر احکام قرآن میں سے یوں مستثنیات نکالنی شروع کر دی جائے تو پھر قابل اتباع احکام مشکل سے ہی کچھ بچ سکیں گے۔ اس نکتے کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

اصل مضمون زیر نظر میں صرف آخری بات کچھ درست کی گئی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ عقلیت پسندی اسلامی تہذیب کا اہم ترین حصہ ہے' لہذا احکام دین کے بارے میں روش عقلیت پسندی کی ہونی چاہیے تاکہ جامد قدامت پرستی سے بچا سکے۔ تاہم مکمل سچ یہ ہے کہ تعقل اور تفکر میں نہ قدامت پرستی ہو اور نہ ہی جدت پرستی' صرف ہدایت پرستی ہونی چاہیے' اس محکم اصول کے تحت ہی عورت کے پردے کا جائزہ لینا چاہیے۔ عقل وفکر کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ عورت کی نازک نسوانیت کے پیش نظر اس کا جسمانی پردہ "اپنوں" سے کہیں زیادہ "غیروں" سے ہونا چاہیے۔ سو حکم ستر (سورۂ نور۔ آیت ۳۱) کے مطابق اپنوں (محرموں) کے سامنے تین چیزیں (چہرہ' کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں کے نیچے پیر)

کھلی ہوں باقی پورا جسم مستور ہوگا مگر حکم حجاب (سورۂ احزاب' آیات ۵۳ اور ۵۹) کے مطابق غیروں (نامحرموں) کے سامنے صرف اور صرف موخر الذکر دو چیزیں کھلی ہوں گی اور تیسری چیز (چہرہ) بھی بطور زائد پردہ کے مستور ہوگی۔ بالفاظ دیگر ستر تو وہ اعضاً ہیں جو (شوہر کے سوا) محرموں کے سامنے بھی کھولنا منع ہے اور حجاب (چہرہ) ستر سے زایدوہ ہے جو نامحرموں کے سامنے کھولنا ممنوع ہے۔ اس طرح انسانی فطرت اور عقلیت کے عین مطابق قرآن ۔نے گھر کے اندر جتنا پردہ کا دائرہ رکھا ہے اس سے بڑا پردے کا دائرہ گھر سے باہر کے لئے رکھ دیا ہے۔ اتنی سیدھی اور سادہ سی بات عقلیت کے داعی کے سمجھ میں نہیں آتی اور ان کے نزدیک مذکورہ دونوں آیات حجاب محض وقتی حکم قرار پاتی ہیں۔ سورۂ احزاب کی آیت ۵۳ میں ازواج النبیؐ کا نکاح (بحیثیت امہات المومنینؓ) نبی کے بعد ممنوع کرتے ہوئے حکم یہ ہے کہ ین مقدس ترین ماؤں سے بھی جب کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو اس سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ یہ حکم صرف امہات المومنینؓ تک محدود ہے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے کہ محترم ماؤں پر تو حجاب کی پابندی ہو لیکن عام مسلم خواتین اس سے آزاد ہوں؟ اسی سورۂ احزاب کی پہلی آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اے نبی اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کافروں اور منافقوں یک بات نہ مانو'' کیا یہ حکم الہیٰ صرف نبی کریم محمد تک محدود ہے؟ ایسی ہی بے شمار آیات قرآن ہیں جن کا حکم وقتی نہیں ہمہ وقتی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ حد تو ہے کہ داعی عقل وفکر حکم حجاب کی دوسری آیت (۵۹) کو بھی محدود اور وقتی سمجھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ''اے نبی کہہ دو اپنی ازدواج' اپنی بیٹیوں اور تمام مومن عورتوں سے کے وہ اپنے اوپر چادر کے گھونگٹ ڈال لیا کریں' یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں' پس ستائی نہ جائیں''۔ کیا اس حکم حجاب ونقاب کی یہ تاویل عقلاً درست ہوسکتی ہے کہ ''اس سے محض مومن عورتوں اور باندیوں مین تمیز مطلوب ہے تاکہ اوباش لوگ انہیں ستانہ سکیں۔ اور یہ کہ یہ کوئی حکم شرعی نہیں بلکہ ایک معاشرتی مسئلہ کا وقتی حل تھا جس کی وجہ سے اوباش لوگ باحجاب خواتین سے احتراز کرنے لگے تھے'' اس لحاظ سے تو آج کے عقلاً وفصلاً کو کہنا چاہیے کہ موجودہ معاشرے میں اوباشوں سے بچنے کے لئے حجاب ونقاب کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے اور چونکہ رہتی دنیا تک شیطان رہے گا یہ ضرورت حجاب ونقاب ہمیشہ رہے گی۔ یوں جناب سکالر کی دلیل ان پر الٹی پڑ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مختصر تجزیئے سے قرآن میں عورت کے چہرے کا پردہ ثابت ہو جاتا ہے اور اس کی حکمت و ضروت بھی واضح ہو جاتی ہے لہذا اہل علم کو زیب نہیں دیتا کہ وہ قرآنی حکمِ حجاب ونقاب کی نفی کیلئے وقتاً فوقتاً چنیں و چناں اور من مانی تاویلات کرتے رہیں۔ بطور حرفِ آخر علوم قدیم وعلوم جدید کے عالم باعمل اکبرالہ آبادی کا سبق آموز اور عبرت انگیز قطعہ یہاں پیش خدمت ہے۔ تاکہ اب بھی اصلاح احوال کیا جاسکے۔

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں — اکبر زمین میں غیرتِ ملی سے گڑ گیا
پوچھا جوان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں وہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے مخلصین اکابرین علماء کی رحلت

جمعیت علماء برطانیہ کے امیر مولانا قاری عبیدالرحمٰنؒ کی رحلت: گزشتہ ماہ مولانا قاری عبیدالرحمانؒ جو شیخ المحدثین مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ کے فرزند اکبر مولانا قاری سعیدالرحمان صاحب اور مفتی احمدالرحمانؒ کراچی کے برادر اکبر تھے' کا انتقال ہوا۔ مرحوم برطانیہ میں تمام مساجد و مدارس کے سرپرست جمعیت علماء برطانیہ کے صدر اور تحفظ ختم نبوت کے سرپرست تھے۔ پاک و ہند سے جانے والے اکثر علماء کرام کا قیام حضرت مرحوم کے ہاں شفیلڈ میں ہوتا تھا۔ مرحوم کا جنازہ علاقہ چھچھ کے مشہور گاؤں بہبودی میں ادا کیا گیا۔ علماء کرام کی کثیر تعداد نے اس میں شرکت کی۔ تدفین کے موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب' حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب' حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے بیان فرمایا۔ جنازہ کی امامت کے فرائض حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب نے ادا کئے۔ ادارہ آپ کے پسماندگان بالخصوص مولانا قاری سعیدالرحمان صاحب اور مرحوم کے صاحبزادگان کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کے رفع درجات کے لئے دعاگو ہے۔

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد صابرؒ بانی و مہتمم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو کا انتقال: گزشتہ دو تین ماہ علاقہ چھچھ (اٹک) کے لئے غم واندوہ کے لحاظ سے بہت بھاری ثابت ہوئے۔ جس میں علاقہ کے مشہور علمی شخصیت مولانا محمد صابرؒ کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ آپ کے مختصر کوائف یہ ہیں: عمر ۶۲ سال' مدت تدریس ۴۲ سال' دورہ تفسیر ۳۰ بار' درس بخاری شریف و مسلم شریف ۲۶ سال۔ اساتذہ حدیث: شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شیخ المحدثین مولانا رسول خانؒ مولانا عبیداللہ صاحب' مفتی جمیل احمد تھانویؒ شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیرؒ اساتذہ تفسیر: حافظ الحدیث والقرآن مولانا عبداللہ درخواستیؒ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ۔ بیعت کا تعلق: شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ حافظ الحدیث والقران مولانا عبداللہ درخواستیؒ شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتیؒ خلیفہ مجاز شیخ المفسرین مولانا حسین علی نوراللہ مرقدہ' تدریس: صرف تا حدیث و تفسیر ہر فن کی تمام کتابیں پڑھاتے رہے' واہ کینٹ میں ۳۵ سال خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ جمعیت اہل سنت والجماعت واہ کینٹ کے امیر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ علاقہ چھچھ کے امیر سیاسی طور پر قائد علماء حق شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی ہر پالیسی کی حمایت فرماتے تھے' آپ ان کی جمعیت علمائے اسلام کے ضلع اٹک کے امیر تھے' اشاعت القرآن کی ختم بخاری شریف پر اکثر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب تشریف لاتے۔ سادگی' کفایت شعاری' صاف گوئی' حق گوئی' انکساری' جرات و بہادری' سخاوت تمام علمائے کرام کا احترام' تعصب سے دور' غیبت حسد سے پاک شخصیت تھے' ان کی وفات ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ۔ قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' حضرت مولانا محمد صابرؒ کے آبائی گاؤں گڑھی افغانان تعزیت کیلئے گئے۔ نماز جنازہ میں مولانا راشد الحق حقانی شریک ہوئے۔

م ۔ ا ۔ ف

تبصرہ کتب

زادِ آخرت (تین حصے) مؤلف: حاجی سرفراز خان پیر پیادی

ضخامت حصہ اول: ۲۸۶ صفحات حصہ دوئم: ۳۳۶ صفحات حصہ سوئم: ۱۶۳ صفحات

قیمت: مفت تقسیم ملنے کا پتہ: حاجی سرفراز خان سابق آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس آفیسر سول کوارٹرز پشاور

زیر تبصرہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے' پہلا حصہ دعوت و تبلیغ کے معروف ارکان کے متعلق ہے اس میں کل چھ ابواب ہیں ۔ باب اول ایمان و یقین' باب دوم نماز' باب سوم علم و ذکر' باب چہارم اکرام مسلم' باب پنجم اخلاص' اور باب ششم دعوت تبلیغ ۔ دوسرا حصہ حیات طیبہ اعجاز قرآن حسنات و سیئات اسلاف کے کارنامے اسلام کی امتیازی شان' اور امت کی مقہوری اور خستہ حالی کے اسباب ۔ یہ حصہ کل سات ابواب پر مشتمل ہے' باب اول ہمارا رسول اللہ ﷺ' باب دوئم انسان کی حقیقت اور قرآن سے رہنمائی' باب سوئم طاعات وحسنات' باب چہارم سیات و مذاکرات' باب پنجم دین اسلام کی امتیازی شان' باب ششم انبیا کرام اور واجب الاحترام اسلاف کے قابل ذکر کارنامے باب ہفتم مجبور و مقہور کیوں ہے ۔ حصہ سوئم اسلام میں خواتین کا مقام و کردار کے حوالے اور عنوان سے ہے ۔

حاجی سرفراز صاحب نے انتہائی محنت اور انتھک جد و جہد سے ہزارہا صفحات کو کھنگال کر یہ بیش قیمت سوغات اردو دان طبقہ کے لئے تیار کیا ہے ۔ جس میں دین و معاشرت اور موجودہ حالات کے متعلق تمام ضروری احوال انتہائی بسط و تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں' کتاب کی زبان بہت ہی سہل دلنشین اور عام فہم ہے' مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں ادبی چاشنی بھی موجود ہے ۔ جابجا موقعہ و محل کی مناسبت سے اردو' اور فارسی کے برجستہ اشعار ذکر کئے گئے ہیں ۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انتہائی قلیل مدت میں اسکے تین ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ۔ جو کہ مرتب کے لئے باعث سرفرازی اور وجہ اجر و ثواب ہے علاوہ ازیں آپ نے زرکثیر صرف کر کے اس کی اشاعت کا بوجھ سنبھالا ۔ اور عامۃ المسلمین تک بغیر کسی معاوضے کے ملک و بیرون ملک ہزاروں کی تعداد میں اس کے نسخے مفت تقسیم کرائے ۔ چنانچہ مرتب کتاب رقم طراز ہیں اب تک اندرونی اور بیرونی ممالک میں ہزاروں کتابیں مفت تقسیم ہو چکی ہیں ۔ اور سٹاک میں تقسیم کے لئے کافی موجود بھی ہیں' شائقین اس سے فائدہ لے سکتے ہیں ۔

ہر طبقہ کے مقتدر اہل علم حضرات کی طرف سے اس کتاب پر تعریفی کلمات اور اس کے متعلق توصیفی سندات اس

کتاب کی ثقاہت کی بین دلیل ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو اجر جزیل سے نوازیں، اور ان کے درد دل کو بار آور فرماتے ہوئے ایک عالم کو اس سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

کتاب: ماہنامہ نور علیٰ نور اشاعت خصوصی : حبیبہ حبیب خدا مادر مومناں (رضی اللہ عنہا)

شمارہ : دسمبر ۲۰۰۲ء رئیس التحریر: مولانا عبدالرشید انصاری

ملنے کا پتہ: مولانا عبدالرشید انصاری، مسجد عائشہ صدیقہ سیکٹر B-11 کراچی

مولانا عبدالرشید انصاری ملک کے نامور اہل قلم اور بہترین مدیر ہیں، آپ بیک وقت فی الحال دو ماہناموں کی ادارت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اور آپ کی جولانی قلم، جولانی طبع کی طرح رواں دواں ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ کئی رسالوں کے مدیر رہ چکے ہیں۔ اور کئی قیمتی مختلف النوع مضامین اور ادارتی نوٹ آپ کے سیال قلم سے آئے ہیں۔

کئی ماہ پیشتر آپ نے کراچی سے ماہنامہ نور علیٰ نور نکالا۔ زیر تبصرہ شمارہ اس ماہنامہ کی خصوصی اشاعت ہے جو کہ محبوبہ محبوب کائنات حضرت محمد ﷺ والتسلیمات کی روشن اور جاندار سیرت کے متعلق ہے۔ یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جن کی برأت میں مکمل سورۃ نور نازل ہوئی۔ اور افترا پردازوں نے آپکے دامن عفت کو نعوذ باللہ داغدار کرنے کی ابلیسی سازش اور شیطانی چال تیار کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اس کا پردہ چاک کر دیا۔ اس عظیم اعزاز پر ام المومنین بجا طور پر فخر فرمایا کرتی تھیں۔ آپکے فضائل و مفاخر اور مناقب اتنے ہیں کہ اس کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہیں۔ حضور ﷺ آپ کو پیار سے حمیرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی ذات علوم نبوت کی امین اور آپکی زبان مبارک لسان نبوت کی ترجمان تھی۔

زیر نظر اشاعت خصوصی میں ام المومنینؓ کے فضائل و مناقب کے متعلق مختلف النوع مضامین شامل ہیں۔ اور ہر گلے رنگ و بوئے دیگر است کے مصداق ہر مضمون اپنے اختصار کے باوجود ایک جامع مقالہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالرشید انصاری کو مزید توفیق ارزانی فرمائے کہ اس قسم کے معلوماتی اور علمی و تحقیقی خصوصی اشاعتوں سے تشنہ گان علم و تحقیق کی تشنہ کامی کا مداوا کر سکیں۔

خط و کتاب کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

کھانسی، نزلہ، زکام

کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلُو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔
بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ حاصل منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیر ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس	
سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی		
قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

5 مرلہ، 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد، راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات نئی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کئے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کئے جا رہے ہیں ۔ لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم 10 شیئرز خریدنے کی درخواست دی جا سکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ شرح منافع 20 سے 30 فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن 15 دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن

7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی

ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66